

بیاضِ مناظر

(مولانا مناظر احسن گیلانی کی ذاتی ڈائری)



تحقیق و تعلیق
عثمان احمد

شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

بیاضِ مناظر

(مولانا مناظر احسن گیلانی کی ذاتی ڈائری)

تحقیق و تعلیق

عثمان احمد

لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

جمہد حقوق بکن محقق محفوظ ہیں۔

قنوان : بیاض مناظر

مصنف : مولانا مناظر حسن کیانی

تحقیق و تعقیق : عثمان احمد

من اشامت : 2013.

تعداد : 400

طبع : اول

قیمت : 150 روپے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انتساب

والد محترم جناب مولانا محمد الیاس بالا کوٹی

اور امی جان کے نام

کہ ان کی دعاؤں کے صدقے زندگی آسان ہے اور ڈر نہیں لگتا

سپاسِ خصوصی

جناب ڈاکٹر امان اللہ راٹھور، اسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج، ڈسکہ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا مجھ پر واجب ہے کہ اس بیاض کا منصفہ شہود پر آنا ان کی جستجو اور علمی فیاضی کا نتیجہ ہے۔ اس عہدِ کم و بیش میں اتنا صاحبِ ظرف ہونا یقیناً قابلِ تعریف ہے۔ جناب ڈاکٹر امان اللہ راٹھور کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی مولانا گیلانی کی کے علوم و افکار پر ہے اور وہ مولانا گیلانی کی شخصیت پر معلومات کا وسیع ذخیرہ رکھتے ہیں۔

نکات نامہ

15	جذبِ دروں
23	شعر ابواسحاق الغزری
23	جمع بین الاختمین میں الاماقد سلف کی توجیہ
25	عورت کے لیے حلق اللحمیہ کی اجازت
25	حاجی محمد موسیٰ کاتذکرہ
26	مولوی ظفر انصاری کاتذکرہ
26	اسلام کا عملی نظام
27	باب الحور العین (بخاری)
27	عبداللہ بن اوفی کا مکتوبہ مجموعہ حدیث
28	حدیث ام سلیمؓ
28	ضعفاء کی وجہ سے امدادِ ربانی (حدیث)
29	احمد بن عقاب کاتذکرہ
30	موطا امام مالک کی روایات

31	سفر سندھ کی روداد
46	مولانا گیلانیؒ کے اشعار
46	بھتیجے کی وفات کا سانحہ
48	حافظ شیرازی کے اشعار
48	مولانا گیلانیؒ کے اشعار
48	حقوق العباد
51	مولانا گیلانیؒ کے علمی و عملی منصوبے
54	تفسیری اقوال کی کثرت پر نقد
57	نور اور روح
59	مشاہدہ بعد الموت
61	ہمارا پاکستان
72	ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ
90	مرثیہ مولانا سید سلیمان ندویؒ
95	ترانہ حمد (مولانا گیلانیؒ کے اشعار)

- 96 ہندی مسلمان بھارت میں (مولانا گیلانی کے اشعار)
- 98 سورۃ یوسف، تفسیری نکات
- 102 نسل آشوب (مولانا گیلانی کے اشعار)
- 103 ڈھونڈو ایسا پاکستان (مولانا گیلانی کے اشعار)
- 104 سفر کے سامان کی فہرست
- 106 سورۃ الحديد، تشریحی نکات
- 107 جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے واپسی
- 108 سورۃ الدھر، تشریحی نکات
- 110 سورۃ الجن، تشریحی نکات
- 113 حیوانی شکل کے دیوتا
- 114 شعر سعدی
- 115 ابویزید بسطامی کا قول اور مولانا گیلانی کی تشریح
- 115 ستیہ گراہا کا تجربہ۔ ابن عربی سے استدلال
- 116 حدیث بخاری

- 117 رابعہ بصریہ کا قول
- 119 تالیف و تصنیف کی صوفیانہ توجیہ
- 120 مولانا رومؒ کے اشعار
- 121 مولانا گیلانیؒ کا ایک دوسوہ
- 121 ابن عربیؒ کی وصیت
- 122 جعفر بن لب کے اشعار
- 123 بدھ کے دن کی اہمیت
- 125 جادو سے بچنے کا طریقہ
- 126 ابن حزمؒ کے اشعار
- 127 تمام ارواح طیبہ و ملائکہ و رسل سے حصول دعا کا طریقہ
- 128 جمہوریت و اشتراکیت کی حقیقت
- 129 اولادِ قابیل (تاتار و اقوامِ مغرب)
- 135 سورۃ یوسف، تفسیری نکات
- 138 مولانا رومؒ کے اشعار

- 140 نکتہ عملیہ، ابن عربیؒ سے استفادہ
- 141 فضیلت حضرت عثمانؓ
- 143 مولانا گیلانیؒ کے اشعار
- 144 مولانا رومؒ کے اشعار
- 145 فجر اور عصر کے بعد مصافحہ
- 145 مسئلہ قتل مرتد
- 153 روٹی کی فضیلت (حدیث)
- 153 سادات کو سید کہنے کی وجہ
- 154 فتوحات مکیہ سے اشعار
- 154 سادات کا صدقہ سادات کے لیے حلال ہے
- 155 ابن عربیؒ کے اشعار
- 156 حضرت علیؓ کے اشعار
- 157 فتوحات مکیہ سے ایک شعر
- 157 حکیم سنائی کا شعر

157

وعظ سے فائدہ

158

ضرورت سے کھانے کی مذمت

161

کتا بیات

مخطوط کے پہلے پانچ اور آخری پانچ صفحات کی عکسی نقول

جذبِ دروں

تشکر و ممنونیت کی سب سوچوں اور تمام جذبوں کا بہاؤ اسی ذات کی سمت ہے کہ جس کی ربوبیت والوہیت سے ہستی کا قیام اور روانی منسلک ہے۔ ذہن و فکر کی جولانیاں اسی العلیم والنجیر کی جود و سخا سے مالا مال ہیں۔ اس کی نظرِ کرم نہ ہو تو الفاظ بانجھ ہو جائیں اور معانی گونگے۔ درود و سلام ہوں نبی امی ﷺ پر جن کا قلبِ مبارک علومِ الہیہ کا مرکز و محراب ہے۔ ان کے توسط سے انسان نے دل کی تختی پر ایمان کے حروف لکھنا سیکھے اور انہی کے فیض سے خدا شناسی کی بہاریں اعمالِ صالحہ کے گل و گلزار کو جو بن بخش رہی ہیں۔ سلام ہے ان مقدس ہستیوں پر جنہوں نے فقر و فاقہ اور عسرت و افیت کے ہلا دینے والے لمحوں میں نمناک آنکھوں سے مسکراتے ہوئے نبی مہربان کا ساتھ دیا اور راہِ وفا کے کانٹے چنتے ہوئے ہاتھوں کے زخم اور پاؤں کے چھالے نہیں گنے۔ عزیمت و صبر کے ان پیکروں نے اپنی آہوں اور سسکیوں کو اپنے سینوں کی وسعتوں میں گم کر دیا اور ان کے لبوں پر صدق اللہ و رسولہ کے سوا کوئی نفسِ نہ تھی۔

دین اسلام کی اعجازی شان کے ظہور کی سینکڑوں جہات اور ہزار رنگ ہیں۔ صدیوں کے پھیر میں دنیا کے کتنے جھکڑ اور آلائشوں کی کتنی آندھیاں چلیں مگر اس کی تازگی، رونق اور دل کشی بے دینی گزشتہ نہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ ابھی چند لمحے پہلے کی تو بات ہے کہ نبی مہربان کو ہ صفا پر کھڑے پادشاہ تھے یا ایمان الناس قوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ وقت گزرتا ہے، مزاج بدل جاتے ہیں، چیزیں پرانی ہو جاتی ہیں، افکار و خیالات کو پڑ مردگی کی دیمک چاٹ لیتی ہے مگر یہ دینِ مسبین اور اس کی تعلیمات کہ ہر گز کی حسن کا نیا پر تو، تازگی کا نیا روپ اور دل کشی کا نیا انداز۔ اللہ جل شانہ نے اسباب کی اس دنیا میں

ایسے ماوراء منظر بھی بارہا دکھلائے کہ باطل کے حصار کی شدت سے ایمان کو سانس لینا دو بھرتھا، نہ کوئی جائے پناہ تھی اور نہ کوئی امان کی راہ، مگر یکایک ایمان نے گہرا سانس لیا اور اس کی سانس کی حدت سے محاصرہ کرنے والوں کے قلب و جگر پگھل گئے۔

امتِ مسلمہ کی زرخیز تاریخ کا ہر عہد فدائیت و اخلاص، وارفتگی و سرمستی اور دیوانگی و فرزانگی کے دھنک رنگ اجالوں سے روشن و مزین ہے۔ امت نے کائناتِ ارضی کو تمدن و معاشرت کے جمالی جلووں کی تابانی سے فروزاں کیا۔ خلقِ کریمانہ کی خنک چھاؤں سے فساد و ظلم کی سفاک دھوپ سے جلے ہوؤں کو راحت کی خیرات دی۔ جسموں کے بوجھ سے کراہتی روحوں کو پاکیزگی و طہارت کی شرابِ طہور پلانے والے ساقیانِ دانشمند ملے جنہوں نے بصیرتوں کو خدا آگاہ کیا اور بصارتوں کی نادیدگی کو دیدہ و بینا کر دیا۔ علم و دانش کے ہفت افلاک امت کے عقابِ صفتوں کی پروازوں سے زیر ہوئے۔ نطق کو معانی آشنا کیا اور لفظوں کو آبر و بخشی۔ علوم کے افق پر نئے آفتاب و ماہتاب تخلیق کئے اور نئے ستاروں کے دیپ جلانے۔ کسی نے الہی کلام کے بحرِ بے کنار میں غواصی کر کے موتی تلاشے تو کسی نے نبوی فرامین کے خزینوں سے جواہر و یاقوت جمع کر کے مالائیں پروائیں۔ کسی نے زندگی گزارنے کی قانونی حدود و قیود کے نقوش واضح کیے۔ کسی نے باطل پرستوں کی کج رویوں اور نفسی خام خیالیوں کو طشتِ ازبام کیا اور بھٹکے ہوؤں کو سلامتی فکر کی شاہراہوں کا راہی بنایا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی بھی امتِ مسلمہ کے اسی علمی گلستان کا گلِ زر گس تھے۔

مولانا گیلانی سے پہلی شناسائی لڑکپن میں ہوئی جب ان کی کتاب "النبی الخاتم" ابو کے کتب خانے سے اٹھا کے پڑھنا شروع کی۔ پہلا صفحہ کئی بار پڑھا کچھ سمجھ نہ آیا۔ ایمائیت و اشاریت سے شراہور تحریر

جیسے کسی نے علامتوں کے ذریعے خزانے تک پہنچنے کا راستہ بتلایا ہو۔ ان کی سب تحریروں میں ایسا رنگ ہے جیسے کوئی مکاشفہ بیان کرتا ہو اور معانی لفظوں سے آگے نکل رہے ہوں۔

دوسری بار مولانا گیلانیؒ سے آمناسا مناتب ہوا جب میں علوم اسلامیہ کے طالب علم کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی میں بی اے آنرز کر رہا تھا۔ شیخ زاید اسلامی مرکز کی لائبریری میں مولانا گیلانیؒ کی کتاب "اسلامی معاشیات" کا مطالعہ کیا۔ میں بہت مرعوب ہوا کہ اتنا نکتہ سنج و تخلیقی ذہن ہے کہ لگتا دلیلیں خود ہاتھ باندھ کے ادب سے پیش ہو جاتیں اور خس و خاشاک سے بھی تاج محل بن جاتا۔ آج تک یاد ہے کہ مولانا نے اس کتاب میں ذیلی طور پر لکھا ہے کہ میرے ذہن میں طب کے "عسلی نظام" کا پورا نقشہ ہے تو میں سوچتا رہا اجتہادی بصیرت کی کوئی حد اور سمت نہیں ہوتی۔

پھر "تذکیر بسورۃ الکھف" کا تذکرہ سنا تو اس کا مطالعہ کیا۔ یہ کتاب مولانا کی قرآنی بصیرتوں کا آئینہ ہے۔ مولانا گیلانی اگر اصحابِ کہف کے دور میں ہوتے تو ان کے آٹھویں ساتھی ہوتے۔ یہ کتاب مولانا کے ذہن نے نہیں وجدان نے لکھوائی اور آپ کا وجدان نفسی نہیں روحانی ہے۔

مولانا کی کتاب "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" تحریر کا جنگل ہے۔ پڑھ کے غالب کے شعر کا یہ مصرعہ ذہن میں آتا ہے "اگ رہا ہے درو یوار سے سبزہ غالب" کتاب میں جزئیات نگاری کا ایسا فور ہے کہ داستان کا سارنگ ابھرتا ہے۔ اور بسا اوقات داستان گو کہانی کہتے کہتے شہزادے کو بھول جاتا اور شہزادے کے پاس جو خوبصورت نسلوں کے بیسیوں ہرن ہیں ان کے بارے بتاتے ہوئے ایک نئی کی موت پر ابدیدہ ہو جاتا۔ تب آنسو پونچھتے ہوئے اسے شہزادہ یاد آتا۔

"ظہورِ نور" کے نام سے مولانا کا کتابچہ بہت منفرد ہے۔ انجیل کا سا اسلوب ہے لیکن مولانا کے عشق نے انجیلی اسلوب میں عشق کی تپش پیدا کر دی۔ اس کتابچہ میں سیرتِ نبویہ کی میلادی روایات کو نئی معنویت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو مولانا کا ہی خاصہ ہے۔ مقصود مولانا گیلانی کی تصانیف پر تبصرہ کرنا نہیں ہے بلکہ ان سے اپنی شناسائی کی تاثراتی روداد بیان کرنا ہے۔

مولانا نے ابتداءً تعلیم خیر آبادی مکتبہ فکر کی درسگاہ سے حاصل کی۔ پھر حدیث پڑھنے کے لیے دارالعلوم دیوبند پہنچے، فکری لحاظ سے دوسرا دبستان ہے۔ تو ان دونوں چشمہ ہائے صافی و شیریں سے سیرابی کے بعد وہ مَرَجُ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ اور يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ کا مصداق ہیں۔ مولانا کی شخصیت کی تشکیل میں ان دونوں علمی قبیلوں کے قدیم اور روایتی عناصر کا بنیادی کردار ہے لیکن آپ کی شخصیت میں تیسری جہت اس وقت پیدا ہوئی جب آپ نے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں استاد کی حیثیت سے تدریس کا آغاز کیا۔ یہاں آپ کو جدید طبقہ سے واسطہ پڑا اور آپ کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے کی کیفیت سے دوچار ہوئے جس کا اظہار آپ کی تحریروں میں ہوتا ہے۔

مولانا گیلانی کا مزاج جو ان کی تحریروں سے جھلکتا ہے وہ رقیق القلبی اور وسیع الظرفی بلکہ طریقے طریقے سے معافی دینے کے بہانے تراشنے کا ہے۔ ان کی تصنیف "مقالاتِ احسانی" انہی جذبوں کی امین ہے۔ اطلاقی تصوف کے عنوان سے انہوں نے کوشش کی ہے کہ ہر عامی مسلمان کو صوفی باصفا کا مقام دیا جائے۔ یوں لگتا ہے جیسے مولانا کو لدنی علوم اللہ کی صفت علیم وخبیر کی بجائے صفت رحمان و رحیم کی تجلیات کے ذریعے ودیعت کیے گئے۔

زیر نظر کتاب مولانا کی ذاتی بیاض ہے جو کہ خدا بخش پٹنہ لائبریری میں اندراج نمبر 4659 کے تحت موجود ہے اور اس کے ابتدائی صفحہ پر "تحفہ از مظفر گیلانی" تحریر ہے۔ جناب ڈاکٹر امان اللہ راٹھور کی جستجو نے اس کا سراغ لگا کر اس کا ایک عکس حاصل کیا اور انہوں نے کمال محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے راقم کو یہ عکسی نسخہ عنایت کیا کہ اس کو تحقیق و تعلیق کے مرحلہ سے گزار کر شائع کریں۔ میں نے پھر اس بیاض کی تحقیق کا کام جامعہ پنجاب کے سالانہ تحقیقی منصوبوں کے لیے پیش کیا جو کہ تحقیقی کمیٹی کی سفارشات کے بعد جناب وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر مجاہد کامران کی طرف سے منظور کر لیا گیا اور میں نے دو سال قبل اس پر کام کا آغاز کیا۔ مزاج اور طبیعت اڑے آتی رہی اور کبھی کسی حوالہ کی تلاش میں بہت زیادہ وقت اور محنت صرف ہونے کے باوجود نہ ملنے سے مایوسی طاری ہو جاتی تھی

کیوں گردشِ مدام سے گھبرانہ جائے دل

انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

اور پھر اگست 2013ء میں پی ایچ ڈی کے لیے ملائیشیا کی خاک چھاننے آگیا۔ یہاں آکر بہت سے دن تو تنہائی کے دوزخ کی آگ کو سرد کرنے میں جل گئے اور پھر جب دل آگ سے مانوس ہو گیا تو اس کی تحقیق و تعلیق کے کام میں لگ گیا اور آخر کار یہ کام اللہ کی غیبی مدد سے مکمل ہو گیا۔

اس بیاض کی تحقیق میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ متن میں کوئی کمی یا اضافہ نہ کیا جائے اگر مولانا سے جو بھی جواب تو اس کو بعینہ نقل کر دیا جائے سوائے قرآنی آیات کے کہ ان کو متن میں درست کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے کہ مولانا سے کیا تسامح ہوا ہے۔ چونکہ یہ تصنیف نہیں بلکہ

یادداشتوں کا شکول ہے اس لیے مسلسل تحریر نہیں ہے بلکہ نکات ہیں اس لیے ہر نئی بات کو نکتہ کا عنوان دے کر لکھا گیا ہے۔

اس بیاض کے ہر قاری کے پیشِ نظریہ بات رہنی چاہیے کہ بیاض تصنیف نہیں ہوتی اور اس میں تحریر کردہ خیالات و افکار صاحبِ بیاض کے حتمی و پختہ خیالات و افکار ہونا لازم نہیں بلکہ بالعموم ذاتی بیاض میں انسان اپنی یادداشتوں، اشارات یا قابلِ غور و فکر خام مواد کو تحریر کرتا ہے تاکہ صیقل گری کر کے معانی کے نئے جہان آباد کر سکے لہذا مولانا گیلانی کی تصانیف کثیرہ جو ان کے فکر و سا اور ذہن نکتہ رس کی آئینہ دار ہیں، سے ہی ان کا فکری مسلک متعین ہوتا ہے اور کیا جانا چاہیے۔

اس کتاب کی تعلیقات و حواشی میں اگر کوئی قابلِ قدر علمی بات موجود ہے تو وہ محض اللہ کا فضل اور میرے استاد جناب ڈاکٹر حافظ عبد اللہ صاحب اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامی مرکز جامعہ پنجاب کے علوم سے خوشہ چینی ہے۔ میں نے ان سے منسوب کر کے کوئی بات اس لیے نہیں لکھی کہ کہیں میری کوئی نا سمجھی اور کم فہمی ان سے منسوب نہ ہو جائے۔ میں گلیاں داروڑا کوڑا مینوں محل چڑھایا سائیاں۔ باقی رہی بات کہ جتنی اغلاط ہوئی ہیں وہ میری کم علمی کا نتیجہ ہیں۔

اس کتاب کی تسوید، تبییض اور تجلید میں جو گمنام سپاہی شریک ہیں ان کی محنتوں اور محبتوں کا ثمرہ اللہ عنایت کرے گا، صلہ و ستائش کی تمنا سے بے پرواہ ہو کر جینا بڑے حوصلے کا کام ہے۔

سیدہ فاطمہ الزاہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی مہربان ﷺ کے پاس آخری وقت موجود تھیں۔ جب آپ ﷺ پر موت کی کیفیت طاری ہو رہی تھی تو وہ رونے لگیں اور کہا ہائے میرے ابو کا کرب اور تکلیف، تو رسول ﷺ نے فرمایا تیرے ابو کو آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ستائے گی۔ آپ ﷺ کا

انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو آپ نے حضرت انسؓ سے کہا یا اَنَسُ اطَّابْتُ اَنْفُسَكُمْ اَنْ تَخْتُوا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم التُّرَابَ وَرَجَعْتُمْ اَنْسُ تَمَّ سَبُّ کَادِلْ کِیْسَ سَہْ گِیَا کہ تم نے اللہ کے رسول ﷺ کو مٹی میں دفن کر دیا اور لوٹ آئے۔ نبی مہربان ﷺ کی جدائی کی سوگواری اور اداسی نے صحابہ کرامؓ کے دلوں کو کس طرح شکستگی سے دوچار کیا ہو گا محبت کے ذائقوں کو جاننے والا ہر فرد اس شدت کا احساس کر سکتا ہے۔ اگر عمر فاروقؓ تلوار تان کر کھڑے ہیں کہ خبردار کسی نے کہا محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا تو کیا اچھنبے کی بات ہے؟ یہ تو ان پر بیتنے والی قیامت کا ادنیٰ سا بھی اظہار نہیں۔ اگر حضرت عثمانؓ اس حال میں ہیں کہ کسی کے سلام کا جواب دینے کا ہوش نہیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ وہ جو آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ کر جیتے تھے ان کی متاعِ حیات چھن گئی تو کیارنجِ عالم اور دردِ غم کی خزاں سے ان کی روحوں کے برگ و بار پر اتنی بھی زردی نہ آتی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے شعرا شکر بار ہیں:

ما بال عینک لا تنام کانما کحلت ما قیہا بکحل الارمد

اَقِمْ بَعْدَکَ بِالْمَدِیْنَةِ بَیْنَهُمْ یَا لَیْتَنِی صُبْحْتُ سَمِ الْاَسْوَدِ

(تیری آنکھوں کو کیا ہوا کہ سو نہیں پاتیں جیسے کسی نے آشوبِ غم کا سرمہ لگا

دیا ہے۔ کیا آپ ﷺ کے بعد مدینہ میں رہوں گا۔ کاش مجھے کالا ناگ ڈس

گیا ہوتا [اور یہ دن نہ دیکھنا پڑتا])

سوچتا ہوں کہ علامہ گیلانیؒ کے چاہنے والوں نے جب ان کو قبر میں اتار کر مٹی ڈالی ہو گی تو ان کے اندر کتنی ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہو گی۔ دلوں نے کتنی چیخیں ماری ہوں گی۔ سوچوں میں کتنا کھرام مچا ہو گا، جذبے

کس طرح سکے ہوں گے۔ یہی ریت ہے آج اپنے کندھے پر ایک میت کو اٹھا کے جانے والا دبی دبی ہچکیوں کے ساتھ اپنے ساتھی کو دفن کرتا ہے اور روتے روتے چپ ہو جاتا ہے اور پھر اس کا وقت اجل آ جاتا ہے تو اس پر نوحہ کناں اس کے چاہنے والوں کو دنیا اندھیر لگتی ہے۔ مسلسل ایک نذاکل من علیہا فان۔ اور حقیقت یہی ہے فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز وما الحياة الدنيا الا متاع الغرور۔ رہے نام اللہ کا۔

آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر

کارِ جہاں بے ثبات، کارِ جہاں بے ثبات

(اقبال، بالِ جبریل)

والسلام

عثمان احمد

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، کوالا لپور ملائیشیا

13 مارچ 2013

مِنْهُ النَّوَالُ وَلَا مَلِيحٌ يَعَشَقُ¹

نکتہ 1: خَلَّتِ الدِّيَارُ فَلَا كَرِيمٌ يَرْتَجِي

نکتہ 2: إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ كِي قِيدِ صَرْفِ مُحْرَمَاتٍ وَجَمْعِ بَيْنِ الْأَخْتَيْنِ مِثْلَ كَيْفِ؟ انظر تفصیله فی

الروض، ص: ۱۴۶، ج ۱-²

۱ ترجمہ: گھر ویران ہو گئے کوئی صاحب شرف نہیں رہا کہ جس سے بخششوں کی امید کی جاسکے اور کوئی نازک اندام نہیں جس سے الفت کی جاسکے۔

یہ شعر ابواسحاق الغزی ابراہیم بن عثمان کا ہے۔ 441ھ میں غزہ، فلسطین میں پیدا ہوا۔ بلخ کے نواح میں 524ھ کو فوت ہوا۔ بلخ میں دفن کیا گیا۔ ابن جوزی نے اس شعر میں خلت الدیار کی جگہ خلت البلاد نقل کیا ہے۔ (ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، فصل دخلت سنة اربع و عشرين و خمسمائة ذکر من توفي فی هذه السنة، دراستہ و تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص: 258.59، ج 17، الطبعة الاولى، 1412ھ/1992ء) (الذہبی، شمس الدین، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان، العبر فی خبر من غبر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج 2، ص: 419، طبع اول، 1405ھ/1985ء)؛ علامہ سخاوی نے یہ شعر اپنی کتاب الضوء اللامع میں انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (السحاوی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمن، الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، تحقیق: عبداللطیف حسن عبدالرحمن، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج 1 (جز دوم)، ص: 222، طبع اول، 1424ھ/2003ء)

۲ الروض الانف میں ہے:

أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَمْ يَقُلْ فِي شَيْءٍ نَهَى عَنْهُ فِي الْقُرْآنِ {إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ} نَحْوَ قَوْلِهِ {وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْنَةَ} وَلَمْ يَقُلْ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ: {وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ} [الْإِسْرَاءُ 30] وَلَمْ يَقُلْ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ، وَلَا فِي شَيْءٍ مِنَ الْمَعَاصِي الَّتِي نَهَى عَنْهَا إِلَّا فِي هَذِهِ وَفِي الْجَمْعِ بَيْنِ الْأَخْتَيْنِ لِأَنَّ الْجَمْعَ بَيْنِ الْأَخْتَيْنِ قَدْ كَانَ مُبَاحًا أَيْضًا فِي شَرْعٍ مِنْ قَبْلِنَا، وَقَدْ جُمِعَ يَغُوثُ بْنُ رَاحِيلَ وَأَخْتُهَا لِيَا فَقَوْلُهُ {إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ} التَّفَاتَةُ إِلَى هَذَا الْمَعْنَى، وَتَنْبِيْهُ عَلَى هَذَا الْمَعْنَى، وَهَذِهِ النُّكْتَةُ لَقْنَتْهَا مِنْ شَيْخِنَا الْإِمَامِ الْحَافِظِ أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَرَبِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ.

ترجمہ: کیا آپ نہیں جانتے کہ قرآن حکیم نے کسی شے کی ممانعت میں یہ نہیں کہا کہ الا ما قد سلف (جو ہو چکا ہو چکا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [ولا تقربوا الزنا] زنا کے قریب بھی مت جاؤ اور اس کے ساتھ یہ نہیں فرمایا [الا ما قد سلف] یعنی جو ہو چکا ہو چکا۔ اسی طرح ارشاد ہے [اور نہ قتل کرو کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا] اور اس کے ساتھ یہ نہیں کہا [الا ما قد سلف] اور اسی طرح کسی بھی گناہ کے بارے میں یہ نہیں ارشاد فرمایا مگر اس کے بارے میں [یعنی ماں سے نکاح کے بارے میں] اور دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کے بارے میں۔ کیونکہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا ہم سے پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے راحیل اور ان کی بہن لیا کو نکاح میں جمع فرمایا۔ پس ارشاد باری تعالیٰ [الا ما قد سلف] ان معنی کی طرف اشارہ ہے اور اس حاصل شدہ کلام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور میں نے یہ نکتہ اپنے شیخ ابو بکر ابن العربی سے سمجھا اور حاصل کیا ہے۔ (السھلی، عبد الرحمن، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویہ لابن ہشام، تعلیق و تقدیم: عمر عبدالسلام السلاوی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج. 2، ص: 229، طبع اول، 1421ھ/2000ء) یہ نکتہ محل نظر ہے اس لیے کہ سوتیلی ماں سے نکاح کے بارے میں بھی قرآن نے کہا ہے الا ما قد سلف اور شرائع سابقہ میں سوتیلی ماں سے نکاح کی حلت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تو یہاں الا ما قد سلف کہنے کی توجیہ یہ نہیں بن سکتی جو اس نکتہ میں بیان کی گئی۔ میری نظر میں یہ توجیہ ممکن ہے کہ حرام اعمال دو طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جن کا اثر متعدی ہوتا ہے اور وہ دوسرے وہ جن کا اثر متعدی نہیں ہوتا۔ جیسے شراب پینا ایسا گناہ ہے جس کا اثر متعدی نہیں انفرادی ہے لیکن کسی کو ظلماً قتل کرنے کے گناہ کا اثر متعدی ہے اور متعدی اثر رکھنے والے حرام کام مزید دو اقسام پر مشتمل ہیں ایک وہ جن کا اثر گناہ کو روک دینے سے اور فعل حرام کا خاتمہ کر دینے سے زائل ہو جاتا ہے یا رک جاتا ہے جیسے سود کہ جب اس کو حرام ٹھہرا دیا تو مزید لینے کی گنجائش ختم ہو گئی اور اس کا متعدی اثر زائل ہو گیا لیکن پہلے چونکہ سود وصول ہو چکا ہوتا تو اگر گزشتہ وصولی پر بھی حکم لگایا جاتا تو موجودہ مال بھی ناپاک ہو جاتا اس لیے فہم ما سلف کہہ کے گزشتہ سود کو حکم حرمت سے خارج کیا گیا اور آئندہ سے روک دیا گیا لیکن دوسری قسم حرام افعال کی وہ ہے کہ جن کا اثر فعل حرام کا خاتمہ کر دینے کے باوجود زائل نہیں ہوتا ہے جیسے نکاح محرمات کیونکہ اولاد جنم لے چکی ہوتی اور اس سے

نکتہ 3: مسجد جیکب لائن³

نکتہ 4: من اللطائف انَّ حلق اللحية مستحب فیهی للمرأة اذا نبت لها۔ دیکھو حاشیہ بخاری، ص: 725، ج 2⁴

نکتہ 5: پتہ: حاجی محمد بن موسیٰ صاحب، پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰، بندر روڈ کراچی۔⁵

نسب جاری ہوتا ہے اور اگر شریعت ان سب نکاحوں کو باطل قرار دیتی تو انساب میں خلل واقع ہو جاتا۔ اس لیے الاماقد سلف کہہ کے گزشتہ نکاحوں کو جواز فراہم کیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب
3 کراچی۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ اس مسجد میں خطیب تھے۔

4 ترجمہ: یہ علمی لطائف میں سے ہے کہ داڑھی منڈانا مستحب ہے اور یہ عورت کے لیے ہے اگر اس کے داڑھی اگ آئے۔ صحیح بخاری کے حاشیہ سندھی میں جو بر صغیر کے مدارس میں متداول و معروف ہے، یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے حاشیہ میں بھی تلاش کیا گیا مگر نہیں مل سکی۔ امام نوویؒ کی شرح مسلم میں البتہ یہی بات ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے: إِذَا نَبَتَ لِلْمَرْأَةِ لِحْيَةٌ فَیَسْتَحَبُّ لَهَا حَلْقُهَا (کتاب الطہارۃ، کیفیت اعفاء اللحیۃ، جلد 3، ص 149، طبع اول، 1374ھ/1929ء، المطبع المصریۃ بالازھر)

5 جناب محمد راشد شیخ کے مرتب کردہ مجموعہ خطوط گیلانی میں مولانا حاجی محمد بن موسیٰؒ کا متعدد خطوط میں تذکرہ ہے۔ مولانا مجلس علمی ڈابھیل و کراچی کے سرپرست تھے۔ مولانا گیلانیؒ جب کراچی تشریف لائے تھے تو انہی کے ہاں قیام فرمایا تھا۔ مولانا غلام محمد کے نام خط میں مولانا محمد بن موسیٰؒ کے بارے تحریر فرماتے ہیں "لیکن جن صاحب کے اشارے سے انہوں نے طلب فرمایا تھا وہ اس فقیر کے خاص عنایت فرماؤں میں ہیں اور "من اولی الفضل والسعة" بزرگوں میں ہیں" (ص 611-612)۔ ڈاکٹر محمد یوسف الدین کے نام خط میں لکھا ہے۔ "اخباروں میں اس خبر کو پڑھ کر افسوس ہوا کہ ہمارے مولانا محمد بن موسیٰ صاحب کو کچھ ضعف بصر کی شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ میں ان کو عیادت کا خط لکھا ہے آپ بھی لکھیں" (ص 517) (مجموعہ خطوط گیلانی، مکتبہ عمر فاروق کراچی۔ طبع اول)

نکتہ 6: مولوی ظفر انصاری صاحب ۱۸/۱۲، بندر روڈ کراچی۔⁶

نکتہ 7: اسلام کا عملی نظام

عَلَى الْمَرْءِ أَنْ يَتَمَسَّكَ بِهِ مِنَ الْخِصَالِ الَّتِي يُحْمَدُ عَلَيْهَا أَشْيَاءُ مِنْهَا التَّحَرُّزُ عَنْ ارْتِكَابِ الْفَوَاحِشِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَمِنْهَا الْمُحَافَظَةُ عَلَى الْفَرَائِضِ وَالْمُداوَمَةُ عَلَى ذَلِكَ فِي أَوْقَاتِهَا، وَمِنْهَا التَّحَرُّزُ عَنِ السُّحْتِ وَاکْتِسَابِ الْمَالِ مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ، وَمِنْهَا التَّحَرُّزُ عَنْ ظُلْمِ كُلِّ أَحَدٍ مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ مُعَاهِدٍ فَأَمَّا فِي مَا وَرَاءَ ذَلِكَ، فَقَدْ وَسَّعَ اللَّهُ تَعَالَى الْأَمْرَ عَلَيْنَا فَلَا نُضِيقُ عَلَى أَنْفُسِنَا، وَلَا عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَمَاعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهَذَا الَّذِي ثَبَتَ لَكَ فِي الْكِتَابِ قَوْلُ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَزُفَرٍ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ⁷

⁶ 1908ء مندرجہ آباد میں پیدا ہوئے۔ تحریک پاکستان کے معروف رہنما، جاسٹ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ رہے، سابق سیکرٹری تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ 1970ء میں دستور ساز اسمبلی پاکستان کے ممبر بنے۔ رکن اسلامی نظریاتی کونسل رہے۔ 20 دسمبر 1991ء میں وفات ہوئی۔

⁷ ترجمہ: آدمی کو چاہیے کہ ان اوصاف حمیدہ کو حرزِ جاں بنالے۔ ان میں سے ظاہری و باطنی فواحش کے ارتکاب سے احتراز ہے۔ فرض نمازوں کی ادائیگی و محافظت اور ان کے اوقات پر ادائیگی کا دوام ہے۔ حرام کھانے اور حرام طریقے سے مال مانے سے بچنا ہے۔ کسی بھی مسلمان یا معاہد پر ظلم کرنے سے بچنا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس میں ہمارے لیے اللہ تعالیٰ نے معاملہ آسان اور کشادہ فرمایا۔ پس ہم اپنے اوپر اور مومنوں میں سے کسی پر تنگی نہ کریں۔ یہ محمد بن ساعد اور محمد بن افسن کا قول ہے اور یہ کتاب (قرآن) سے ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ابن عباسؓ اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کا قول ہے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ اور ان کے بعد کے فقہاء کا مذہب ہے۔ (السرخی، شمس)

نکتہ 8: الخور العین و صفتھن یحار فیہا الطرف (باب من کتاب الجہاد و السیر)⁸

نکتہ 9: عبد اللہ بن اوفی کی مکتوبہ حدیثوں کا ایک مجموعہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ بخاری نے باب الجنۃ تحت بارقۃ السیوف کے نیچے ہی یہ روایت درج کی ہے: کتب إلیہ عبد اللہ بن أبی أوفی وأعلموا أن الجنۃ تحت ظلال السیوف۔ ثم روى فی باب الصبر عند القتال أن عبد اللہ بن أبی أوفی کتب إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال إذا لقیتموہم فاضربوا (کتاب الجہاد)⁹

الدین، المبسوط، محمد حسن عبد العظیم الشافعی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الکسب، ج 15 جز 30، ص: 321، طبع اول، 1421ھ/2001ء)

⁸ باب الخور العین و صفتھن یحار فیہا الطرف شدیدۃ سواد العین شدیدۃ بیاض العین ترجمہ: بڑی آنکھوں والی حویریں اور ان کی صفت حیا جن کو دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے، آنکھوں کی سیاہی بھی شدید اور آنکھوں کی سفیدی بھی شدید۔ (الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم 1423ھ/2002ء، کتاب الجہاد و السیر، ج 2، ص 222)

⁹ مولانا گیلانی نے یہاں دو حدیثیں ذکر کر کے استدلال کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن اوفی کا اپنا تحریر کردہ مجموعہ حدیث تھا۔ ذیل میں دونوں احادیث کا مکمل متن مع حوالہ دیا جاتا ہے: عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَكَانَ كَاتِبَهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَأَعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ۔ (الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم 1423ھ/2002ء، کتاب الجہاد و السیر، حدیث نمبر 2818، ج 2، ص 228)؛ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى كَتَبَ فَقَرَأَتْهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاضْبِرُوا۔ (الجامع الصحیح، کتاب الجہاد و السیر، باب المعبر عند القتال، حدیث نمبر 2833، ج 2، ص 232)

نکتہ 10: لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِينَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سَلِيمٍ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ إِنِّي أَرْحَمُهَا قَتِلَ أَخُو هَامِيعٍ (كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسَّيْرِ بِبَابِ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا أَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ)¹⁰

نکتہ 11: هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ¹¹

¹⁰ حدیث کا مکمل متن درج ذیل ہے: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِينَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سَلِيمٍ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ إِنِّي أَرْحَمُهَا قَتِلَ أَخُو هَامِيعٍ۔ انسؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ مدینہ میں کسی گھر میں بھی اندر نہیں جاتے تھے سوائے ام سلیمؓ کے گھر کے ورنہ صرف اپنی ازواج کے گھروں کے اندر داخل ہوتے تھے جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو فرمایا میں اس سے صلہ رحمی کا معاملہ کرتا ہوں کیونکہ اس کا بھائی میرے ساتھ تھا جب قتل کیا گیا۔ (الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسير، باب فضل من جہز غازیاً او خلفہ بخیر، حدیث نمبر 28، ج 2، ص 234)؛ اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجرؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ کہنے سے مراد کہ: لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا غَيْرَ امِّ سَلِيمٍ "کہ ام سلیمؓ کے علاوہ کسی گھر میں داخل نہیں ہوتے، دوام اور کثرت سے داخل ہونا ہے کیونکہ آپ ﷺ ام حرامؓ کے گھر میں بھی اندر جایا کرتے تھے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ تاویل کی ضرورت نہیں۔ ام حرامؓ اور ام سلیمؓ دونوں بہنیں تھیں اور دونوں کا گھر ایک ہی تھا، البتہ بڑے گھر میں علیحدہ علیحدہ رہتی تھیں تو آپ ﷺ کبھی اس طرف تشریف لے جاتے تو کبھی دوسری طرف اور اگر کا بھائی میرے ساتھ قتل ہوا سے مراد یہ ہے کہ میرے حکم اور اطاعت میں برّ معونہ کے واقعہ میں قتل ہوا۔ (ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، تحقیق و تبویب: فواد عبد الباقی و محب الدین الخطیب، مکتبہ الغزالی، دمشق، ج 6، ص 51)

¹¹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَى سَعْدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ (الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسير، باب من استعان بالضّعفاء والضّالّجین فی الحزب، حدیث نمبر 2896، ج 2، ص 246)

نکتہ 12: صلی اللہ علیہ وسلم¹²

نکتہ 13: أحمد بن عقاب اختصه الله بالأهلية¹³

ترجمہ: سلیمان بن حرب، محمد بن طلحہ، طلحہ، مصعب بن سعد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سعد بن ابی وقاص کے دل میں خیال آیا کہ ان کو ان کے ماتحت لوگوں پر (کسب معاش میں ان سے زیادہ کوشش کرنے کی وجہ سے) فضیلت حاصل ہے، تو آپ نے فرمایا کہ کمزور لوگوں کی وجہ سے مدد دی جاتی ہے، اور رزق دیا جاتا ہے۔

12 قرآن سے لگتا ہے کہ مولانا نے یہاں کوئی حدیث مبارکہ لکھی ہے لیکن عبارت ناقابل شناخت حد تک مدہم اور بعض جگہ سے مٹی ہوئی ہے کہ پڑھا نہیں جاسکا، صرف ﷺ کے الفاظ واضح ہیں۔

13 حضرت ابن عربیؒ نے فتوحات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت مہدی کے نو (9) وزراء ہوں گے سب سے پہلے احمد بن عقاب نے ان وزراء کے بارے میں بات کی تھی وہ بچپن ہی سے صاحبِ اہلیت تھے یعنی اولیاء میں سے تھے۔ انہوں نے ابن عربیؒ کو کہا کہ حضرت مہدی کے وزراء نو ہیں تو ابن عربیؒ نے کہا کہ اگر نو ہیں تو پھر لازماً ظہور مدت مہدی نوے سال بنتی ہے اور مجھے پتا ہے کہ ان کے وزیر کو کیا چیز کی احتیاج ہوگی۔ حضرت ابن عربیؒ فرماتے ہیں اس نو سے مراد نو امور ہیں۔

امام مہدی کا ایک وزیر ہو یا زیادہ ان میں یہ نو امور پائے جائیں گے: نفوذ البصر و معرفة الخطاب الإلهي عند الإلقاء و علم الترجمة عن الله و تعيين المراتب لولادة الأمر و الرحمة في الغضب و ما يحتاج إليه الملك من الأرزاق المحسوسة و المعقولة و علم تداخل الأمور بعضها على بعض و المبالغة و الاستقصاء في قضاء حوائج الناس و الوقوف على علم الغيب الذي يحتاج إليه في الكون في مدته۔ بصیرت نگاہ، اللہ جل شانہ کی جانب سے الہام کی معرفت جب القاء کیا جائے، اللہ کی جانب سے زبانوں کا علم، معاملات کے پیش آنے پر ان کے درجات کے مطابق معاملہ کرنا، غضب کے موقع پر رحم سے کام لینا، حاکم کو بدنی رزق اور عقلی ترقی کے لیے درکار رزق کی جو احتیاج ہوتی ہے اس کا علم، معاملات کے آپس میں مل جانے کا علم، لوگوں کی ضروریات کا احاطہ کرنا اور مبالغہ کے ساتھ ان سے آگاہ رہنا، امور فیہیہ پر آگاہ ہونا جس کی احتیاج اس مدت کے دوران ہوگی۔ لہذا وزیر ایک ہو یا نو ہوں یہ صفات ان میں ہوں گی (الفتوحات المکیہ، فی معرفة منزل وزراء المهدي الظاهر في آخر الزمان الذي بشر به رسول الله صلى الله عليه

نکتہ 14: موطا امام مالک کی بعض روایتیں

1- حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تم خیال کرتے ہو جہنم کی آگ سرخ ہوگی نہیں وہ تو سیاہ ہے

أَتَرَوْهَا حُمْرَاءَ كَنَارِ كُمْ هَذِهِ، لَهَا أَسْوَدٌ مِنَ الْقَارِ۔¹⁴

2- حدیث الانالذہر بھی اسی میں ہے۔¹⁵

وسلم وهو من أهل البيت، الباب السادس والستون وثلاثمائة، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت، ج 3، ص 323

¹⁴ مالک بن انس، الموطا، تحقیق: خلیل مأمون شیخ، کتاب جہنم، باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ جَهَنَّمَ، رقم الحديث 1924، ج 2، ص 471، دار المعرفة، بیروت، 1999ء۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ جہنم کی آگ تمہاری اس آگ کی طرح سرخ ہوگی نہیں بلکہ جہنم کی آگ تار کول سے زیادہ سیاہ ہوگی۔

¹⁵ مولانا کو اشتباہ لاحق ہوا ہے کہ الانالذہر کے الفاظ کے ساتھ حدیث موطا امام مالک میں ہے۔ موطا میں یہ حدیث اس طرح ہے: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا يَقْلُ أَحَدُكُمْ: يَا خَبِيئَةَ الدَّهْرِ، فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ۔ ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کوئی یہ نہ کہا کرے کہ ہائے زمانے پر پھٹکار۔ کیونکہ زمانہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں (مالک بن انس، الموطا، کتاب الکلام، باب ما یکرہ الکلام، رقم الحديث 1897، ج 2، ص 463۔ مولانا گیلانی نے جو الفاظ لکھے ہیں ان کے ساتھ یہ حدیث امام بیہقیؒ نے روایت کی ہے اور مسند امام احمد بن حنبل میں بھی موجود ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَسْبُوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَنَا الدَّهْرُ الْيَوْمَ وَاللَّيْلَى لِي أَجِدْهَا وَأَنْبِلِيهَا وَآتِي بِمَلُوكٍ بَعْدَ مَلُوكٍ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمانہ تو میں ہی ہوں۔ روز و شب میرے ہی ہیں۔ میں ہی ان کو نیا اور پرانا کرتا ہوں اور

3۔ لِيَعِزَّ الْمُسْلِمِينَ فِي مَصَائِبِهِمُ الْمُصِيبَةُ بِي¹⁶

نکتہ 15: طیارہ ایئر انڈیا بسم اللہ الرحمن الرحیم 30 مئی 1948

13 مئی 1948 کو مقادیر نے خاکسار کے لیے پاکستان کے دار السلطنت شہر کراچی کے دیکھنے کا شرف پیدا کیا اور اس اسلامی شہر میں قیام کا موقعہ سولہ دن یعنی 30 مئی تک ملا۔ ہمارے میزبان حاجی محمد بن موسیٰ ٹرانسوالی تھے، ان کی سہ منزلہ کوٹھی جس میں ہر قسم کا آرام تھا، خاکسار ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ کام جس کے لیے بلائے گئے تھے وہ تو خیر مستقل باب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے لیکن علاوہ کام کے کراچی کے متعلق اپنے بعض تاثراتِ خصوصی کو درج کرتا ہوں۔¹⁷

سلاطین کے بعد سلاطین آتے جاتے ہیں (شعب الایمان، ابو بکر البیہقی احمد بن حسین بن علی، تحقیق و تخریج: دکتور عبد العلی عبد الحمید حامد، مکتبہ الرشید للنشر والتوزیع، ریاض، طبع اول 1423ھ/2003ء، ج 7، ص 199)

¹⁶ مولانا گیلانی نے لیغزی لکھا ہے جبکہ یہ لفظ لیغزا لمسلمین ہے۔ مکمل حدیث مع سند اس طرح ہے: حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِك عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيَعِزَّ الْمُسْلِمِينَ فِي مَصَائِبِهِمُ الْمُصِيبَةُ بِي۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کو میری وفات کی مصیبت (کے غم کا تذکرہ کر کے) ان پر ٹوٹنے والی مصیبتوں میں تسلی دواور تعزیت کرو (الموطا، کتاب الجنائز، باب جامع الحسبۃ فی المصیبۃ، رقم الحدیث 568، ج 1، ص 220)۔ یہ حدیث علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر میں بھی مرسلًا ذکر کی ہے۔ (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر، عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، رقم الحدیث 7710)

¹⁷ اس دورہ پاکستان کی غرض و غایت کا ذکر مولانا گیلانی نے سید سلیمان ندوی کے نام مکتوب میں کیا ہے (مجموعہ خطوط گیلانی، ص 330-333)

کراچی میں کسی قسم کی اجنبیت ایک لمحہ کو بھی محسوس نہ ہوئی، بہت سے قدیم ملنے والے تھے، خود خاکسار کے گاؤں گیلانی کے باشندے میرے چچا زاد بھائی نجم الہدیٰ سلمہ نے ایک مکان سمسار روڈ کراچی پر بنوایا ہے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ بھارت سے گویا ہجرت کر کے وہ کراچی ہی میں مستقل قیام کرنے کے لیے آگئے ہیں۔ میں ان کے مکان میں بھی گیا تھا۔ ابھی زیرِ تعمیر ہے۔ ان کے سسرالی کنبہ کے متعدد خاندان سمسار روڈ میں مکان بنوا کر متوطن ہو چکے ہیں اور یہی وجہ ان کو منتقلی وطن کی زیادہ مؤید ہوئی ہے۔ سمسار روڈ اس سڑک کا نام اس لیے ہے کہ ہندوؤں کا "لاش سوزہ" سامنے ہی نجم الہدیٰ سلمہ کے مکان سے نظر آتا ہے۔

البتہ یہاں ہجرت کی وجہ سے عموماً لوگ ایک دوسرے سے ملنے میں زیادہ فراخ دل باقی نہیں رہے۔ یہاں کے حکام سے ملنے کی کوشش خاکسار نے نہیں کی۔ بس اتفاقاً جن لوگوں سے ملاقات ہوتی رہی ان ہی سے ملتا رہا۔

کراچی کی رات اس سخت گرمی کے مہینے میں بڑی راحت بخش، ہواؤں کے ٹھنڈے جھونکوں کی وجہ سے مجھے محسوس ہوئی۔ شہر باوجود یکہ غیر معمولی بڑا ہے لیکن غل غپاڑہ کی وہ حالت نہیں جو بمبئی یا کلکتہ میں پائی جاتی ہے۔ مفصلات کی سیر کا موقع بھی ملا، ٹھٹھہ¹⁸ موٹر پر فقیر 29 مئی کو ایک پارٹی کے ساتھ گیا

¹⁸ ٹھٹھہ کی تاریخ بنیاد معلوم نہیں ہو سکی لیکن یہ یقینی ہے کہ اس جگہ ایک قصبہ صدیوں سے موجود تھا، جب سے مکلی کی پہاڑیاں ڈیلاناکہ چوٹی پر واقع تھیں اور یہ حالت صرف ایک سو چالیس سال پہلے ختم ہوئی۔ محل وقوع قدرتی طور پر ایک تجارتی قصبے کے لیے اتنا موزوں تھا کہ یہ زیادہ عرصہ غیر آباد نہ رہ سکتا تھا۔ شہر کا نام و مقام غالباً بہت دفعہ بدلے ہیں اور ان تبدیلیوں کی صحیح نشاندہی بہ شکل ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ نیا نام یا مقام پرانے کی جگہ فوراً لے لیتا۔ ایبٹ نے دستیاب

تھا جس میں حضرت مولینا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ بھی شریک تھے۔ ٹھٹھہ کے راستے میں گھارونامی گاؤں یا قصبہ بھی ملا تھا۔ گھارو میں مکانات عجیب طرح کے بنے ہوئے تھے جن میں بادکش بنا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ ہندوؤں کا خاص قصبہ تھا۔ چھوڑ کر چلے گئے، مکانات خالی پڑے ہیں اور ٹھٹھہ میں بھی معلوم ہوا کہ بکثرت مکانات خالی ہیں۔ ضروریات زندگی دونوں جگہ وافر نسبتاً ارزاں میسر آتی ہیں۔ گوشت بکرے کا روپے سیر، گائے کا 8 سیر، دودھ روپے کا تین سیر، گھی تین روپے سیر، ٹھٹھہ میں ایک عظیم الشان مسجد، شاہ جہاں کی بنوائی ہوئی ہے۔ جس کے چاروں طرف نماز پڑھنے کے لیے قبوں کی چھت ہے، اب تورنگ اڑ گیا ہے لیکن قبوں اور دیواروں پر مینا کاری کا کام چینی کی تختیوں پر کیا ہوا بڑا خوبصورت ہے۔ اس مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی۔ خاکسار نے اذان دی اور نماز مولینا احتشام الحقؒ نے پڑھائی۔ امام صاحب بعد کو تشریف لائے۔ مولوی محمد حسین نام ہے، بڑے اخلاق سے

شواہد کا جو خلاصہ دیا ہے وہ کافی حد تک قابل اعتبار ہے وہ کہتا ہے "ٹھٹھہ کو میں 1350ء بلکہ 1333ء سے بھی پہلے کی تاریخ دوں گا جب ابن بطوطہ سندھ آیا تھا۔ بدایوانی کا کہنا ہے کہ سلطان غیاث الدین (1266ء تا 1286ء) کے بڑے بیٹے نے ٹھٹھہ اور دمنیلا فتح کیے۔ ٹھٹھہ کو سلطان علاؤ الدین سے ملانے والی روایات بہت سی ہیں۔ "تحفۃ الکرام" کے مطابق اسی سلطان نے سمروں کو تباہ کیا۔ ٹھٹھہ کی صحیح تاریخ کی بنیاد کچھ بھی ہو یہ یقینی ہے کہ یہ شہر چار سو سے زیادہ سال تک سندھ کا اہم ترین اور امیر ترین شہر تھا (ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزٹئیر سندھ، مترجم: پروفیسر ایم انور رومان، العصر ہندیہ، لاہور، اپریل 2008ء، ص 283)

19 مولانا احتشام الحق تھانویؒ 1915ء میں کیرانا تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر، بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مولانا ظہور الحق صدیقی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بہنوئی تھے۔ مولانا احتشام الحق کا شجرہ نسب سیدنا صدیق اکبرؑ سے ملتا ہے۔ آپ نے فارسی کی تعلیم مدرسہ عربیہ میرٹھ سے حاصل کی اور عربی کی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم بنارس سے حاصل کی۔ درس نظامی آپ نے دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ آپ نے خطابت کا باقاعدہ آغاز جامع مسجد سینٹرل

ملے، کھانے کے لیے اصرار فرماتے رہے لیکن جماعت نے ہوٹل میں آرڈر دے دیا تھا۔ تاہم ایک بچہ مولانا شبیر احمد صاحب کا نواسہ ہے اس نے بھوک بھوک شروع کی ہوئی تھی، مولوی محمد حسین صاحب نے گھر سے کھانا اس بچے کے لیے بھیجا۔ چونکہ خاصہ کھانا آیا تھا اس لیے اندازہ ہوا کہ سندھ کے خوش باش لوگوں کا طعامی معیار کیا ہے۔ خوانچہ پر کھانا تھا۔ برتن تانبے کے تھے۔ قلعی کیے ہوئے ہر ایک برتن پر ڈھکن تانبے کا ہی تھا۔ کھانے میں گیہوں کی روٹیاں خوب سکی ہوئی اور نصف روٹی سرخ چاول کی، ایک تشری میں ماش کی دال اور ایک رکابی میں مچھلی شوربہ دار۔ آم بھی ایک رکابی میں کٹے ہوئے تھے۔ دسترخوان بھی تھا۔ میں نے روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر دال کے ساتھ کھایا، چاول کی روٹی کا بھی اور گیہوں کی روٹی کا بھی۔ دونوں اچھے معلوم ہوئے۔ مچھلی سے چونکہ مجھے ذوق نہیں ہے اس کو نہیں چکھا مگر اصلی سندھی مسلمانوں کے تمدن کا نقشہ سامنے آگیا۔ مولوی محمد حسین صاحب اردو خوب بولتے تھے حالانکہ سندھ سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔ ٹھٹھہ میں مسجد کے بالمقابل ایک عظیم الشان گوسالہ ہندوؤں نے بنوایا تھا جواب خالی پڑا ہے۔ اس مسجد اور گوسالہ کے مشرق (کی) طرف اور جنوب و شمال کی طرف باغات ہی باغات تھے۔ معلوم ہوا کہ آم ٹھٹھہ میں خوب ہوتے ہیں اور دوسرے پھل بھی۔ غلہ بھی ہر طرح کا ہوتا ہے۔ پانی کی دشواری ہے لیکن چند ہاتھ پر نکل آتا ہے۔ پانسو مہاجرین ٹھٹھہ میں منتقل ہو چکے ہیں۔ بازار پر کاٹھیاواڑی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اگرچہ میرے رفقا کو ٹھٹھہ پسند نہ آیا لیکن

سید زینت علی سے کیا۔ 1937ء میں آپ نے علوم متداولہ کی سند حاصل کی اور اسی برس آپ نے پنجاب یونیورسٹی انور سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ 17 اگست 1947ء کو آپ نے پاکستان ہجرت فرمائی اور 33 برس تک قومی و دینی خدمات انجام دینے کے بعد آپ نے 11 اپریل 1980ء کو وفات پائی۔ آپ کراچی میں جامع مسجد تھانوی جیکب آباد کے ساتھ مدفون ہیں۔

میراجی وہاں کراچی سے زیادہ لگا۔ ایک میل پر زرد پتھر جس کی سندھ میں کثرت ہے۔ بجانب مغرب ایک پہاڑی مکیلی نامی ہے۔²⁰ جس پر پرانے حکمرانوں کے قبور کے قبة بنے ہوئے ہیں۔²¹

ترخان²² اور مرزا جانی بیگ²³ کے قبة ممتاز تھے۔ پہاڑی پر ایک کنواں بھی تھا جس کے اندر بارہ دری کی طرح مکانات بھی تھے لیکن مکان کی سطح پر ایک دھرا کنواں تھا۔ اوپر والے حصے میں مولانا نے

²⁰ ارضیاتی لحاظ سے میکلی / مکلی کی پہاڑیاں تیسرے دور کی چٹانوں کی ایک دبیز تہہ کے ایک سطح سیلابی میدان میں ایک بہت دلچسپ ابھار ہیں جنہیں رانی کوٹ گروپ کی حیثیت سے ممتاز کیا گیا ہے اور جو سکھ نما چون پتھر پر مشتمل ہیں۔ سلسلہ جو پیر پٹھو سے شروع ہوتا ہے کوئی 11 میل شمال کی طرف چلتا ہے اور ٹھٹھہ کے عین مغرب میں اس سے بمشکل ایک میل دور ختم ہو جاتا ہے۔ مغرب سے دیکھا جائے تو یہ سرے سے پہاڑی معلوم ہی نہیں ہوتا لیکن ٹھٹھہ سے یہ ایک لخت پہاڑی کی ہیئت اختیار کر لیتی ہے، اس کی بلندی سطح سمندر سے 80 تا 150 فٹ ہے۔ اس کی چوٹی ایک خوفناک سطح مرتفع ہے جو خوفناک "ناگ پھنی" سے پٹی پڑی ہے اور اس کے اوپر سخت، زرد چون پتھر کے گلی دار ڈھیلے اور سنگپارے ڈھیروں بکھرے ہوئے ہیں جن پر کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے سکھ نما دھبے پڑے ہوئے ہیں۔ (ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزٹئیر سندھ، ص 283-284)

²¹ مکلی پہاڑی کے شمالی نصف پر ایک بسیط گورستان محیط ہے۔ اس گورستان کی خاموش آبادی "ایک ملین" بتائی گئی ہے۔ یہ بتانا ممکن ہے کہ پہاڑی کب گورستان بنائی گئی۔ قدیم الایام سے ہی ایک مبہم تقدس اس کے ساتھ منسوب تھا جو نے بعد دیگرے سادات کے دفن ہونے سے بڑھتا گیا۔ سمہ جاموں کا ایک دارالحکومت سموئی تھا جو پہاڑی کے شمالی - - - - - میں نیچے ہے اور ایک مشہور روایت کے مطابق جام تماچی اور دھوبی کی بیٹی جسے اس نے اپنی ملکہ بنایا دونوں اس کے سر سے پہرے دو مقبروں میں دفن ہیں۔ جام نندو یا نظام الدین کے ساتھ تاریخ کی ابتداء ہوتی ہے اس مقبرے کی شناخت کے متعلق کوئی شبہ نہیں جو 1508ء میں بنایا گیا۔ یہ سراسر منقش پتھر کا بنا ہوا ہے۔ (ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزٹئیر سندھ، ص 283-284)

22 ترخان کسی ایک فرد کا نام نہیں بلکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ ایک خاندان کا لقب ہے جس میں کئی حکمران گزرے ہیں جن کے مقبرے ٹھٹھہ کے مکلی قبرستان میں موجود ہیں۔ مولانا نے واضح نہیں کیا کہ کس ترخان کا قبہ بطور خاص انہوں نے دیکھا۔ جو حکمران گزرے ان میں سے درج ذیل کے مقابر ٹھٹھہ میں موجود ہیں: "نواب مرزا عیسیٰ ترخان، مرزا طغرل بیگ، دیوان شروف خان، امیر خلیل خان، مرزا عیسیٰ ترخان (دوم)، جام نظام الدین" (ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزٹئیر سندھ، ص 283-284)؛ ترخان کی وجہ تسمیہ کی تحقیق کے بعد دو آراء سامنے آئے ہیں: 1 اس خاندان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے صاحبِ ترخان نامہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ امیر تیمور اپنے مصاحبین کے ساتھ شکار کے لیے نکلا، راستے میں بارش اور ہوا کا ایسا طوفان آیا کہ تیمور اور اس کے ساتھی باد و باران میں راستہ بھول گئے۔ وہ راستے کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکتے ہوئے پھر رہے تھے کہ ان کا گزر جنگل کے رہنے والے ایک قبیلے پر ہوا۔ پہلے تو اس قبیلے کے لوگوں نے انہیں ڈاکو سمجھ کر مقابلے کی ٹھانی لیکن بعد میں انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا سب نے مل کر امیر تیمور سے معافی چاہی اور پھر مہمانداری کا حق بجالائے۔ امیر تیمور نے اس قبیلے کو "ترخان" کا لقب دیا جس کے معنی بہادر اور مطلق العنان کے ہیں۔ 2 دوسری روایت کے مطابق چونکہ ان کے آباء لکڑی سازی کا کام کرتے تھے اس لیے ترخان کہلائے۔ (کامران اعظم سوہدروی، تاریخ سندھ، city book printer، کراچی، 2012ء، ص 81)

23 جانی بیگ ٹھٹھہ کا آخری خود مختار فرمانروا تھا۔ اس نے شہنشاہ اکبر کے جرنیل کا بہت مردانہ وار مقابلہ کیا جو سندھ پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن وہ ناکام رہا بعد میں اس نے اطاعت قبول کر لی لہذا اسے بطور صوبیدار ٹھٹھہ بحال کر دیا گیا۔ وہ 1599ء میں فوت ہوا اور اس کے بعد اس کا بیٹا غازی بیگ اس کا جانشین بنا اور صوبہ قندھار کا صوبیدار بھی مقرر کیا گیا۔ وہ 1611-1612ء میں قتل ہوا اور باپ اور بیٹے دونوں کی میتیں اس مقبرے میں 1613ء میں دفن کی گئیں۔ یہ ایک اونچی کرسی کے احاطہ میں ایستادہ ہے اور دوسری خود ایک گنبد چھت کا مشمن ہے۔ کرسی پتھر کی ہے لیکن اوپر لیمارٹ صیقل شدہ نیلی اینٹوں کی ہے تاہم ہر تیسری قطار بے روغن بھوری اینٹوں کی ہے۔ یہ دھاری دار نمونہ عجیب و غریب ہے اور اینٹیں اور انٹر نہیں آتا، پتھر کے کام میں بعض خوبصورت نقاشی کے نمونے اور کتبے ہیں۔ اندر تین

کہا کہ برساتی پانی جمع ہو جاتا ہے اور گرمیوں میں نچلے کنویں میں پانی رہتا ہے۔ ٹھٹھہ میں تالابوں کے اندر برساتی پانی جمع کر لیا جاتا ہے اسی کو پیتے ہیں اور کنواں بھی برسات میں نکل آتا ہے۔ بہر حال میرا خیال ہے ہمارے کراچی کے مفصلات میں توطن مہاجرین کے لیے سہولت بخش ہو سکتا ہے۔ حیدر آباد سندھ کی آب و ہوا کی لوگ تعریف کرتے ہیں وہاں مولانا منتخب الحق صاحب میرے دوست ہیں اور علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہاں کے مدرسہ کے صدر بھی ہیں، محی الدین سلمہ²⁴ سے ملاقات کا ذکر کرتے تھے۔ میرے نزدیک مشرقی بنگال سے سندھ کی طرف ہجرت مختلف وجوہ سے بہتر ہے۔ حکیم

مقبرے ہیں، دوسرے کے اور ایک پتھر کا۔ یہ پہلی پر شکوہ عمارت ہے جو ضلعی بنگلہ کے قریب کی ڈھلان کے اوپر ہے۔ (ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزٹئیر سندھ، ص 283-284) اعجاز الحق قدوسی نے مقبرہ جانی بیگ کا تذکرہ یوں کیا ہے: میرزا جانی بیگ کا مقبرہ آج بھی قبرستان مکلی ٹھٹھہ میں موجود ہے جو اس دور کی نقاشی اور صنعت گری کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ ایک چہار دیواری کے وسط میں یہ مقبرہ ہشت پہلو بنا ہوا ہے۔ اس مقبرے میں چار قبریں ہیں اور ان پر کوئی کتبہ نہیں۔ دو قبروں کا سنگ مزار سنگ مرمر کا ہے، گمان ہے کہ پہلی قبر مرزاغازی بیگ کی اور دوسری مرزا جانی بیگ کی اور مرزا شاہ رخ برادر مرزا جانی بیگ کی ہے۔ مقبرے کے احاطے کی مغربی دیوار پر جس میں محراب ہے یہ آیت اور عبارت ایک سطر میں مرقوم ہے: فنادتہ الملئکتہ وهو قائم یصلی فی المحراب تاریخ میرزا جانی بیست و ہفتم ماہ رجب 1009ھ (کامران اعظم سوہدروی، تاریخ سندھ، ص 81؛ ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ، سندھ کے آثارِ قدیمہ، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2011ء، ص 90؛ سید حسام الدین راشدی، مکلی نامہ، سندھ ادبی بورڈ، حیدر آباد

نمونیات، 1967ء، ص 519-563، 20

24 مولانا یحییٰ — بیٹے

نصیر الدین جو مولانا معین الدین اجمیری²⁵ کے بھتیجے ہیں خاکسار سے غیر معمولی تعلق رکھتے ہیں۔ خدیجہ بلڈنگ فیریر روڈ پر ان کا مکان ہے ان کا شدید اصرار ہے کہ میں کراچی اور سندھ چلاؤں اور بھی لوگوں کا اصرار بہت ہوا۔ تقریر کا موقع نہ ملا۔ مختلف مصالحوں کی بناء پر خود خاکسار نے اور دوسروں نے اس کو مناسب خیال نہ کیا۔ بہر حال آب و ہوا اور باشندوں کے لحاظ سے سندھ ہی کو تمام دوسرے پاکستانی علاقوں پر ترجیح دی جاسکتی ہے اور ملیر بھی ٹھٹھہ کے راستے میں ملایہ دراصل ایک ندی کا نام ہے۔ آبادی اسی کی طرف منسوب ہے بڑا سرسبز و شاداب حصہ کراچی کے مضافات میں سے ہے۔ منوڑا کے جزیرے میں بھی دخانی کشتی پر ایک دن گیا۔ ملیر کی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھی۔ منوڑے میں بھی مغرب ہی کی نماز پڑھی۔ شافعی المذہب امام تھے کوکن والوں کی مسجد کہلاتی ہے۔ گھارو کی مسجد میں عصر کی نماز اور ظہر کی ٹھٹھہ میں ادا کی۔

²⁵ معین الدین بن عبد الرحمن اجمیری 25/26 صفر 1299ھ پیدا ہوئے۔ مولانا برکات احمد ٹوکنی سے علم کی تحصیل کی، طویل مدت ان کی خدمت میں رہے۔ دو برس مدرسہ نعمانیہ لاہور میں پڑھاتے رہے پھر اجمیر میں 1326ھ تک ادارہ چلاتے رہے۔ 1327ھ میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام "معین الحق" رکھا۔ خود اس میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ 15 سال اس مدرسہ میں تدریس کی پھر اختلافات کے باعث علیحدگی اختیار کر لی۔ 1338ھ میں ایک اور مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام "دارالعلوم حنفیہ صوفیہ" رکھا۔ 12 برس اس میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1359ھ عاشورہ کے دن اجمیر میں وفات پائی اور مقبرہ میں شیخ معین اجمیری کے بغل میں مدفون ہوئے امر وہیہ میں جمعیۃ العلماء کے جلسہ کے امیر رہے۔ خلافت کے مسند میں برابر کے شریک رہے دو سال تک قید کائی۔ (سید عہد اہنی الحسنی، نزہۃ الخواطر، مولانا انوار الحق قاسمی: مترجم، مولانا ابوالحسن علی ندوی: تکمیل)، ج 8، ص 602-603، دارالاشاعت، کراچی، 2004ء)

سندھ کے امتیازی امور

پانکڑ کے درختوں کی کثرت ہے۔ برگد اور پپیل کے درخت کم نظر آتے ہیں۔ شہر میں زیادہ تر سڑکوں کے کنارے اور ہر جگہ پانکڑ ہی پانکڑ بھرے ہوئے تھے مگر کسی کی توجہ اس طرف نہ ہوئی۔ فقیر کے کہنے پر لوگ اس طرف متوجہ ہوئے۔ فالسہ کے پھل نسبتاً بہت بڑے بڑے نظر آئے۔ ٹھٹھہ کے راستے میں جہاں تک نظر جاتی تھی پیلو کی سرسبز جھاڑیاں مٹی کے مہینے میں ہری ہری نظر آتی ہیں۔ نیم کے درختوں کی بھی کثرت ہے۔ عموماً زرد رنگ مٹی کا بھی ہے اور پتھر کا رنگ بھی زرد یا زردی مائل ہے۔ بعض عمارتیں ان ہی پتھروں سے بڑی خوبصورت بنی ہوئی ہیں۔ سندھ میں گدھے بڑے مضبوط بہت قد آور ہوتے ہیں۔

اونٹوں کی کثرت ہے، بیل گاڑی کی جگہ سارے ملک میں اونٹ کی گاڑیاں بار برداری کا کام انجام دیتی ہیں۔ ان میں چار پہیے ربر کے لگے ہوئے ہیں اور زمین سے دو تین ہاتھ اوپر ایک سپاٹ تختہ ان پہیوں پر چڑھا رہتا ہے۔ میدانوں میں پیلو کے درخت کے آس پاس چرتے ہوئے اونٹ بھی نظر آئے، ان کو دیکھ کر عرب قدیم یاد آتا ہے۔

ایک دن سندھ اسمبلی کو بھی دیکھا۔ عمارت کافی شاندار ہے۔ اردو میں بھی تقریریں بعض لوگوں نے کی۔ مولانا عثمانی کی تقریر بھی ہوئی۔ اسمبلی کی اندرونی عمارت پر لکڑی کا رنگ ہے۔ دہلی کے ایک بڑے تاجر نے حلوہ سوہن کی دکان کھولی تھی۔ مولانا عثمانی سے افتتاح کروایا تھا، خاکسار بھی ساتھ گیا تھا۔ ڈاکٹر انور اقبال قریشی نے دعوت اپنی کو ٹھی میں کی تھی اور برادر م معین سلمہ اسی گھر کے احاطہ میں رہتے ہیں وہاں بھی ناشتہ کو گیا تھا۔ حکیم نور الدین صاحب کے دو اور دوستوں نے دودفعہ دعوت کی۔ مولانا احمد

رضا جو حاجی محمد موسیٰ صاحب کے بنگلہ میں ہمارے ساتھ تھے، بڑے شریف آدمی ہیں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے داماد ہیں۔²⁶ خاکسار پر ان کی عنایتیں قدیم ہیں۔ مولوی بدر عالم²⁷ سے بھی ملاقات ہوئی۔ ظفر انصاری صاحب ایم اے ایل ایل بی جو دراصل ہمارے بلانے کے محرک تھے بڑے اچھے دوست نکلے۔ مولوی احتشام الحق صاحب جیکب لائن مسجد کے امام ہیں اور مولانا اشرف علی صاحب کے بھانجے ہیں۔ ہر جمعہ میں وعظ خطبہ سے پہلے کہتے ہیں ان ہی کے کوچے میں کمیٹی کے جلسے زیادہ دن تک ہوتے رہے۔ کوئی بڑی مسجد کراچی میں نظر نہ آئی۔ میمن کی مسجد میں مولوی عبدالعلیم

²⁶ جنوری 1907ء بجنور میں پیدا ہوئے۔ 1923ء تا 1926ء دارالعلوم دیوبند میں رہے۔ 1929ء میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی وجہ سے ڈابھیل (گجرات) منتقل ہو گئے اور 1945ء تک مجلس علمی ڈابھیل سے تعلق رہا۔ علامہ کشمیری کے درسی افادات بخاری شریف کی جمع و ترتیب اور انوار الباری کے نام سے اشاعت آپ کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ 1947ء میں آپ کا نکاح علامہ کشمیری کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوا۔

²⁷ 1898ھ (1316ء) میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ 1336ھ مظاہر العلوم سہارنپور سے سند فراغت حاصل کی اور وہیں تدریس کا آغاز فرمایا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد استعفیٰ دے کے دورہ حدیث کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ 1340ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ 1346ھ میں جب علامہ انور شاہ کشمیریؒ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے تو آپ بھی اپنے شیخ کے ساتھ ڈابھیل آ گئے۔ پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم اسلامیہ ننڈوالہ یار سندھ میں تدریس فرماتے رہے۔ 1372ھ (1953ء) مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ ۳ رجب 1385ھ (29 اکتوبر 1965ء) کو وفات پائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ترجمان السنۃ کے نام سے چار جلدوں میں منتخب احادیث کی اردو شرح تحریر فرمائی جو کہ معروف ہے۔

صدیقی 28 مئی 1928ء میں پیدا ہوئے ہیں وہیں حامد صاحب بد اوئی²⁹ سے ملاقات ہوئی۔ ایک دن ناشتہ کی دعوت مولوی مشتاق احمد صاحب ایجنٹ جنرل سر کلر عالی نے بھی کی مکان ان کا کلفٹن میں سمندر کے کنارے بڑی پُر فضا جگہ پر ہے وہیں پر ظفر اللہ خان کا دفتر وزارت خارجہ ہے لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ میں نے

28 اپریل 1892ء میرٹ، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے خلفاء میں سے تھے۔ دنیا کے چالیس ممالک میں دعوتی و دینی دورے کیے۔ 22 اگست 1954ء کو مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ پاکستان کے معروف سیاسی و مذہبی رہنما مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کے والد محترم ہیں۔

29 ممتاز عالم دین، بلند پایہ مقرر، والد کا نام حکیم محمد عبد القیوم تھا۔ والدہ سید بہاؤ الدین دہلوی کی صاحبزادی تھیں۔ بدایوں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے تحریک خلافت، تحریک پاکستان، تحریک شدھی، تحریک ختم نبوت، عالم اسلام کے اتحاد اور مسئلہ کشمیر کو عالم اسلام میں روشناس کرانے میں نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ انہیں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، نواب محمد اسماعیل خان، نواب لیاقت علی خان، قائد اعظم، مولانا احمد رضا خان بریلوی وغیرہ کے ساتھ مل کر کام کرنے کا شرف حاصل ہے۔ 1945ء میں قائد ملت لیاقت علی خان کی ایماء پر حیدر آباد دکن گئے اور نواب میر عثمان علی خان تاجدار دکن سے ملے اور قائد اعظم محمد علی جناح کی ملاقات کے لیے راہ ہموار کی۔ 1946ء میں مکہ معظمہ پہنچ کر مسلمانان عالم کو تحریک پاکستان سے آگاہ کیا۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا ابوالحسنات قادری کی وفات پر جمیعت العلماء پاکستان کے صدر بنے۔ فالج کے حملے سے کراچی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ مولانا ایک پر جوش اور شعلہ بیاں مقرر تھے۔ آواز میں ترنم تھا۔ تقریر مخصوص انداز میں جھوم جھوم کر اس انداز سے کرتے کہ سارے مجمعے پر چھا جاتے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بائیس حج کیے۔ ان کی تصانیف میں "اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم، اسلام کا زرعتی نظام، تصحیح العقائد، عبادات اسلامی، کتاب و سنت غیروں کی نظر میں، تاثرات روس، دورہ آزاد کشمیر، حرمت سود، عائلی قوانین، الجواب المشکور فی اسلہ القبور" مشہور ہیں۔ (سلیم شیخ، انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 1999ء، ص 650)

ولاء سے خود ملاقات کرنی نہ چاہی۔ حلیم صاحب³⁰ وائس چانسلر سے بھی ان کی طلبی پر ملاقات ہوئی دینیات لازم اور شعبہ دینیات کے مکمل نصاب میں خاکسار اور ڈاکٹر حمید اللہ کے مشورے کو انہوں نے پسند فرمایا ہے۔ کراچی کی آب و ہوا تو میرے نزدیک اچھی ہے۔ جزیرہ منوڑہ میں شام کے وقت سمندری ٹھاٹھیں بڑی پر شوکت اور پر شور تھیں۔ سواری عموماً فٹن کی ملتی ہے۔ رکشے کم ہیں۔ ٹرام وے کا کرایہ بہت ہی ارزاں ہے۔ نجم الہدیٰ سلمہ سے پتہ چلا کہ گائے کا گوشت کراچی میں بہت ہی عمدہ ملتا ہے۔ بکرے کے جیسا معلوم ہوتا ہے۔ گھارو کے ہوٹل میں چائے ہم لوگوں نے جو پی تو اس کا دودھ خالص اور بہت لذیذ تھا۔ دنبے بھی کراچی میں بکثرت نظر آتے ہیں۔ میں نے ہوٹل میں خود صرف ایک دن فروٹ کریم کے ساتھ مولانا احمد رضا کے ساتھ کھایا تھا، بہار والوں کی کالونی کراچی میں دو جگہ پر ہے ایک کو دور سے دیکھا اور مٹان روڈ والی کالونی میں حاضر ہوا۔ راستہ میں چمڑے کا بازار بہت گندہ ملا۔ جس زمین پر مکانات لوگوں نے بنائے ہیں کافی مرطوب ہے دو ہاتھ پر نمکین پانی نکل آتا ہے۔ زمین پر نمک بکھرا ہوا تھا مولانا شبیر احمد صاحب سے معلوم ہوا کہ بہار والوں کے لیے ایک مستقل جگہ دی گئی ہے جو ندی کے کنارے واقع ہے اور بہت اچھی ہے لیکن بہار والوں نے جلدی کی اور مٹان روڈ میں آباد ہو گئے۔ میکاؤلی والی پہاڑی پر آٹھ کوس تک قبرستان صرف اس شہر کا تھا اور آبادی پندرہ بیس لاکھ تھی

³⁰ ابو بکر احمد حلیم 1897ء میں ارکی، بہار میں پیدا ہوئے۔ پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا اور یونیورسٹی آف آکسفورڈ، انگلینڈ سے تعلیم حاصل کی۔ 1921ء میں وطن واپس آئے اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ 1923ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ تاریخ و سیاسیات میں پروفیسر کی حیثیت سے تعینات ہوئے۔ تقسیم کے بعد 1947ء سے 1951ء تک سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ اس کے بعد نئی بننے والی کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی حیثیت سے چھ سال خدمات سرانجام دیں۔ 20 اپریل 1975ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

لیکن آج وہی ٹھٹھہ صرف ایک معمولی قصبہ کی شکل میں تھا بظاہر یہ شہر مقہور معلوم ہوتا ہے³¹ اور مقہور آبادیوں میں رہنا مناسب نہیں اس کی طرف آج بخاری کی اس مشہور حدیث سے بھی اشارہ ملا یعنی حجر (مقام شمود) سے جب رسول ﷺ کا گزر ہوا تو فرمایا لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ ثُمَّ قَنَعَ رَأْسُهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ³² جب دخول کا یہ حال ہے تو سکونت کا مسئلہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

31 ٹھٹھہ اٹھارہویں صدی کے وسط میں دو وجوہات کی بناء پر زوال پذیر ہونے لگا۔ ایک تو سندھ کے نالوں کے گاد آلود ہونے کی وجہ سے ٹھٹھہ کے لیے سمندر سے رابطہ اور رسائی روز بروز مشکل ہوتی گئی، دوسرا اٹھارہویں صدی کے اواخر میں برطانیہ میں صنعتی انقلاب کی وجہ سے لنکا شائر کے سوتی پارچہ جات مشرقی منڈیوں میں بھر گئے۔ اس سے پارچہ بانی کی صنعت کو بہت شدید نقصان پہنچا جو سولہویں اور سترہویں صدیوں میں منافع کا ایک زبردست ذریعہ تھی۔ جب سوتی مصنوعات نے سندھی کھڈیوں کے پارچہ جات کی جگہ لینا شروع کی اور ٹھٹھہ کی بڑی بڑی تجارتی تنظیمیں انہیں منڈی میں لانے لگیں تو شہر کی خوشحالی چند دن کی مہمان رہ گئی۔ اسے تین دفعہ لوٹا اور جلایا بھی گیا، پہلی دفعہ شاہ بیگ ارغون نے 1561ء میں دوسری دفعہ پرتگیزی فوج نے 1555ء میں اور آخری دفعہ اس کے اپنے حکمران مرزا جانی بیگ نے، جب وہ 1591ء میں اکبری فوج کا مقابلہ کر رہا تھا تاہم یہ جنوبی سندھ کا بڑا شہر رہا ہے۔ (کامران اعظم سوہدروی، تاریخ سندھ، ص 81)

32 ترجمہ: ان لوگوں کے مساکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا مگر اس حال میں کہ تم اللہ کے خوف سے آہ و بکا کر رہے ہو تا کہ تمہیں بھی وہ عذاب نہ گھیر لے جیسے عذاب نے ان کو پکڑا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا اور نکلنے میں جلدی فرمائی۔ (الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر، حدیث نمبر 4419، ج 3، ص 129)، (ابو بکر البیہقی احمد بن حسین بن علی، شعب الایمان، مجلس دائرة المعارف حیدر آباد دکن، طبع اول، حدیث نمبر 4542، ج 2، ص 451، 1344ھ)

نکتہ 16: لقاء الشیخ الاکبر بابن رشد ص 199 فتوحات، الباب الخامس عشر فی معرفۃ الانفاس 33

33 ولقد دخلت يوماً بقرطبة على قاضيها أبي الوليد بن رشد وكان يرغب في لقائي لما سمع وبلغه ما فتح الله به علي في خلوتي فكان يظهر التعجب مما سمع فبعثني والذي إليه في حاجة قصد أمنه حتى يجتمع بي فإنه كان من أصدقائه وأنا صبي ما بقل وجهي ولا طر شاربي فعندما دخلت عليه قام من مكانه إلي محبة وإعظماً فعانقني وقال لي نعم قلت له نعم فزاد فرحه بي لفهمي عنه ثم إنيس استشعرت بما أفرحه من ذلك فقلت لله لا فانقبض وتغير لونه وشك فيما عنده وقال كيف وجدتم الأمر في الكشف والفيض الإلهي هل هو ما أعطاه لنا النظر قلت له نعم لا وبين نعم ولا تطير الأرواح من موادها والأعناق من أجسادها فاصفر لونه وأخذ الأكل وقعد يحرق وعرف ما أشرت به إليه وهو عين هذه المسئلة التي ذكرها هذا القطب الإمام أعني مداوي الكلوم وطلب بعد ذلك من أبي الاجتماع بنا ليعرض ما عنده علينا هل هو يوافق أو يخالف فإنه كان من أرباب الفكر والنظر العقلي فشكر الله تعالى الذي كان في زمان رأي فيه من دخل خلوته جاهلاً وخرج مثل هذا الخروج من غير درس ولا بحث ولا مطالعة ولا قراءة وقال هذه حالة أثبتناها ومارأينا لها أرباباً قال الحمد لله الذي أنا في زمان فيه واحد من أربابها الفاتحين مغالِق أبوابها والحمد لله الذي خصني برؤيته ثم أردت الاجتماع به مرة ثانية فأقيم لي رحمه الله في الواقعة في صورة ضرب بيني وبينه فيها حجاب رقيق أنظر إليه منه ولا يبصرني ولا يعرف مكاني وقد شغل بنفسه عني فقلت إنه غير مراد لما نحن عليه فما اجتمعت به حتى درج وذلك سنة خمس وتسعين وخمس مائة بمدينة مراکش ونقل إلى قرطبة وبها قبره ولما جعل التابوت الذي فيه جسده على الدابة جعلت تواليه تعادله من الجانب الآخر وأنا واقف - (الفتوحات المكية، باب الخامس عشر في معرفة الانفاس ومعرفة اقضابها، ص 207)

میں ایک روز قرطبة کے قاضی ابو الولید بن رشد کے ہاں گیا۔ وہ مجھ سے اس وقت سے ملاقات کی رغبت رکھتا تھا جب اس نے سنا اور اس تک وہ امر پہنچا جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر خلوت میں کھولا تھا اور وہ میرے متعلق یہ باتیں سن کر اظہار تعجب کرتا تھا پس میرے والد صاحب نے ایک ضرورت کے لیے مجھے ان کے پاس بھیجا اور مقصد یہ تھا کہ وہ مجھ سے ملیں کیونکہ وہ ان کے دوستوں تھے اور مجھے اس وقت داڑھی مونچھ نہ آئی تھی۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ محبت و تعظیم سے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے ممانعت کیا اور مجھے کہا! ہاں؟ میں نے کہا ہاں تو وہ زیادہ خوش ہوئے میں نے ان کی ہاں کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ پھر ان کی خوشی کا باعث ہو جیتے ہوئے میں نے کہا نہیں پس انہیں انقباض لاحق ہو

وَلَقَدْ قُلْتُ يَوْمًا

نکتہ 17:

ہیں وہ مردہ جو آج جیتے ہیں

گیا اور ان کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ان کے نزدیک کوئی امر واقع ہو چکا تھا اور انہوں نے مجھے کہا کہ تم نے کشفِ الہی اور فیض الہی میں یہ امر کیسا پایا؟ کیا یہ وہی ہے جو ہمیں نظر عطا کرتی ہے۔ میں نے انہیں کہا ہاں! نہیں اور ہاں اور نہیں کے درمیان ارواح اپنے مواد سے اور گردنیں اپنے اجسام سے پرواز کر جاتی ہیں ان کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ دل گرفتہ ہو کر بیٹھ گئے اور اسے جان گئے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا اور وہ اس مسئلہ کی عین ہے جس کا ذکر اس قطب امام نے کیا ہے میری مراد مداوی الکوم کا مسئلہ ہے۔ بعد ازاں میرے والد صاحب سے انہوں نے ہمارے ساتھ ملاقات طلب کی تاکہ جو ان کے پاس ہے ہم پر پیش کریں کہ کیا وہ موافق ہے یا مخالف؟ کیونکہ وہ اربابِ فکر و نظر عقلی میں سے تھے تو انہوں نے اس بات پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ وہ اس زمانے میں ہیں جس میں انہوں نے اپنی خلوت میں جاہل کو داخل ہوتے اور بغیر درس و بحث اور مطالعہ و پڑھائی کے اس خروج کی مثل نکلتے دیکھا اور کہا! ہم نے اس حالت کا اثبات کیا ہے اور اس کے ارباب کو نہیں دیکھا تھا۔ الحمد للہ کہ ہم اس زمانے میں ہیں کہ جس میں ان بند دروازوں کے کھولنے والے ارباب میں سے ایک کو دیکھ رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اس رؤیت سے مخصوص فرمایا۔ پھر میں نے دوسری بار ان سے ملاقات کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے ایک واقعہ میں میرے لیے انہیں یوں قائم کیا کہ میرے اور ان کے درمیان باریک پردہ تھا جس میں سے میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی انہیں میرے مکان کا علم تھا۔ وہ مجھے جانے بغیر اپنی ذات کے ساتھ مشغول تھے۔ میں نے کہا وہ اس مراد پر نہیں جس پر ہم ہیں۔ بعد ازاں ہماری ان سے ملاقات نہیں ہو سکی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات 595ھ میں مراکش شہر میں ہوئی جہاں سے انہیں انتقال کیا گیا۔ جب ان کا تابوت جس میں ان کا جسم تھا سواری پر رکھا گیا تو اس کے وزن کو برابر کرنے کے لیے چٹائیوں کی طرف ان کی تابوت کو رکھ دیا گیا۔ میت کی روانگی کے وقت میں کھڑا تھا۔ (فتوحاتِ مدیہ، مترجم: علامہ صائم چشتی، دارالافتاء، بیاض آباد، 1412ھ، ج 3، ص 47-48)

وَلَقَدْ اَنْشَدْتُ يَوْمًا

وہی جیتے جو مر گئے ورنہ
ہیں وہ مردہ جو آج جیتے ہیں
اک گریبان رہ گیا ہے بس
پھاڑتے ہیں اسی کو سیتے ہیں

سن کہ کیا کیجئے حالِ فقیر³⁴

ہے غنیمت یہی کہ جیتے ہیں³⁵

نکتہ 18: الفاجعہ

میرے چھوٹے بھائی برادر م مظہر احسن گیلانی سلمہ تعالیٰ استاد معاشیات جامعہ عثمانیہ کا بچہ جنوری 1948ء میں پیدا ہوا اس کا نام طارق رکھا گیا۔ کل بروز جمعہ 22 رمضان المبارک 1367ھ تقریباً نو بجے اس ثمرۃ الفواد نے اپنے فراق کا شدید صدمہ اس بوڑھے چچا کو پہنچایا۔ جنوری سے جولائی سات مہینے اس کی عمر ہوئی۔ موجودہ حالت، سفر میں وہی ایک دلچسپی کا سامان تھا معمولی سی بیماری میں اچانک چھوڑ کر چلا گیا۔ الحمد للہ کہ اس کے والدین صابر ہیں اور خدا سے امید ہے کہ "بیت الحمد" میں اس بچے سے ان شاء اللہ ان لوگوں کی ملاقات ہوگی۔ صادق و مصدوق رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ حدیث مشہور کی گئی تھی

³⁴ مولانا نے اس مصرعہ کی جگہ یہ بھی لکھا ہے "کیا کروں عرضِ حال"

³⁵ مولانا گیلانی کے اشعار ہیں۔ مولانا کل وقتی شاعر نہیں تھے بلکہ جوار تجلاً سرزد ہوا وہی ان کا شعری سرمایہ ہے۔ مدارِ تقدیر میں علم العروض پڑھایا جاتا تھا اس لیے علمی لحاظ سے تو مولانا اوزان و بحر سے واقف تھے لیکن اکثر اشعار ایسے ہیں جن کی دیشیت شعر سے زیادہ سعی شعری ہے۔

قیاس کردن و تدبیر عقل در رہ عشق
چو شبنمے ست کہ در بحر می کشد رقی
سزائے قدر تو شاہد ست حافظ چیت
بحر نیاز شبے یا دعائے صبح دے۔³⁸
کو حریفے کہ شب و روز مئے صاف کشد
بود آیا کہ کند یاد ز درد آتھے³⁹
نکتہ 20: ازما حذر کنید کہ مادل شکستہ ایم
خاکستریم و بر سر آتش نشستہ ایم⁴⁰
نکتہ 21: کچھ نہ چاہوں تو ہو نہیں سکتا
مدعی اس کا لغو ہے بکتا
چاہتا ہوں وہی جو تو چاہے
ہے یہی اک نجات کا رستہ⁴¹

حقوق العباد

نکتہ 22:

معاف نہیں ہو سکتے ایک عام مشہور بات ہے لیکن اس کی کوئی دلیل واضح اب تک نہیں ملی۔ البتہ بخاری کی روایت أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا فَإِنَّهُ

³⁸ ترجمہ: عشق کے راستے میں قیاس آرائی و عقل کی تدبیر اس شبنم کی طرح سے جو سمندر پر نشان بنائے۔ اے بادشاہ تیرے مرتبہ کے مناسب حافظ کے پاس کیا ہے؟ سوائے رات کی عاجزی اور صبح کے وقت کی دعا (دیوان حافظ، مترجم: مولانا قاضی سجاد حسین، پروگریسو بکس لاہور، ص 404)

³⁹ وہ دوست کہا ہے کہ جو دن رات شراب پیتا ہے کیا ایسا ہوگا کہ تلچھٹ پینے والے کو یاد کرے۔

⁴⁰ اکثر جگہ یہ مصرعہ اس طرح لکھا ملا ہے: ابرو بہ مامتاب کہ مادل شکستہ ایم (یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ شعر کس کا ہے) ترجمہ: ہم پہ ابرو نہ تان کہ ہم ٹوٹے ہوئے دل والے ہیں ہم خاک آلود ہیں اور سر پر آگ لیے بیٹھے ہیں۔ ازما حذر کنید کہ مادل شکستہ ایم کا ترجمہ یوں ہوگا کہ ہم سے ڈرا رہ کہ ہم ٹوٹے ہوئے دل والے لوگ ہیں۔

⁴¹ مولانا کیائی کے اشعار ہیں

لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ⁴²

شاید اسی قسم کی روایتوں سے لوگوں میں یہ خیال پھیلا ہے۔ ولکن لقائل ان يقول هذا اذا لم يعفى ويغفر له فهذا طريق المجازاة واما امر العفو والغفران فهو امر اخر⁴³

نکتہ 23: يَصْلِي وَيُصَلِّي⁴⁴ دونوں قسم کے الفاظ جہنم میں داخل ہونے والوں سے متعلق قرآن کریم میں ملتے ہیں۔ میرا خیال ہے صلی بالثلاثی شدت تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

⁴² ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی کے سر اپنے بھائی پر ظلم کا بوجھ ہو تو وہ اس سے معاف کر دالے اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم اور اس سے اس کے بھائی کے لیے (ظلم کے بدلے کے طور پر) اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس کے سر ڈالی دی جائیں گی۔ (بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القيامة، حدیث نمبر 6534، ج 4، ص 217، 1423ھ/2002ء)

⁴³ کہنے والا کہہ سکتا کہ جو معاف نہ ہونے اور بخشش نہ ملنے کی بات ہے تو انصاف اور برابری کے سلسلے کی ہے کہ مکافات اور بدلہ ملے گا لیکن سرے سے معاف ہی نہ ہونا یہ بالکل علیحدہ بات ہے۔

⁴⁴ قرآن حکیم میں صلی یصلی، باب سمع یسمع سے ثلاثی مجرد کا استعمال متعدد جگہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً (الغاشیہ: 4) اس طرح ارشاد ہے: اِنَّ الدِّیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوََالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (النساء: 10) ارشاد ہے: سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (الہب: 3) (یہ باب ضرب غیر سے صلی یصلی بھی ہوتا ہے لیکن قرآن میں اس کا استعمال شاید نہیں ہے) اَصْلٰی یَصْلٰی اضْلًا ثلاثی مزید فی باب افعال سے بھی قرآن میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے ارشاد ربانی ہے فَسَوْفَ نَصْلِيْهِ نَارًا (النساء: 30) اسی طرح

45

كَانَهُ يَنْجَذِبُ إِلَى النَّارِ كَمَا يَنْجَذِبُ الْحَدِيدُ إِلَى الْمَقْنَطِيرِ

وفى البخارى ان النبي قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا أَحَدَهُمْ أَهْدَى بِمَنْزِلِهِ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ

46

بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا

ارشاد ہے سَأُضْلِيهِ سَقَرَ (المذثر: 26) تیسرا استعمال باب تفعیل سے ہے صلی یصلی سے تفسیر ارشاد ہے تَضْلِيَةُ جَحِيم (الواقعة: 94)

45 گویا آگ کی طرف اس طرح کھینچے چلے جائیں گے جس طرح مقناطیس کی طرف لوہا کھینچا چلا جاتا ہے۔

46 أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلُصُ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُونَ عَلَى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيَقْصُ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضِ مَظَالِمِ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا هَذَبُوا وَنَقَّوْا أُذِنَ لَهُمْ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا أَحَدَهُمْ أَهْدَى بِمَنْزِلِهِ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کچھ اہل ایمان کو آگ سے نکالا جائے گا تو انہیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک جگہ پر روک لیا جائے گا اور ان کے مابین جو ظلم و زیادتی ہوئی تھی اس کا بدلہ دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ پاک و صاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے ان میں سے ہر ایک جنت میں اپنے گھر کے راستے (اور گھر کو) اس سے زیادہ جانتا ہو گا جیسا وہ دنیا میں اپنے گھر کو جانتا تھا۔ (بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الرقاق، باب

القصاص يوم القيامة، حدیث نمبر 6535، ج 4، ص 1423، 217، 2002/،)

اسی سے لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى⁴⁷ کی تفسیر ممکن ہے جو إِلَّا الْأَشْقَى اور كَذَبَ وَتَوَلَّى⁴⁸ نہ ہونے کے باوجود جہنم میں جائیں گے تو ان کا اصلاء ہو گا نہ کہ صلیٰ گویا جیسے جنت کو جنتی پہچانیں گے اسی طرح عمرة النار اپنے ناری منازل کی طرف گھس پڑیں گے۔⁴⁹

نکتہ 24: بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب⁵⁰

توحيد النصاب فی الجوامع والکلیات بلزوم القرآن وشيئا من الحديث وزلفا من الفقه⁵¹

⁴⁷ اللیل: 15

⁴⁸ اللیل: 16

⁴⁹ قرآن کی آیات کے معنی یہ ہیں جہنم میں صرف ان لوگوں کا اصلاء و دخول ہو گا جو شقی ہیں اور تکذیب کی روش اختیار کرتے ہیں۔ اہل ایمان نہ تو شقی ہوتے ہیں اور نہ ہی تکذیب ان کا شعار ہوتا تو پھر اہل ایمان کیوں جہنم میں جائیں گے؟ مولانا اس آیت کی شرح یہ کر رہے ہیں کہ اہل ایمان کو سزائے جہنم نہیں ہوگی بلکہ وہ اپنی پاکیزگی کے لیے خود ہی آگ میں داخل ہو جائیں گے۔ گویا ان کا جہنم میں جانا ایک طرح کا اپنی رضا سے ہو گا۔ ان کو آگ کے ذریعے عذاب کی بجائے تزکیہ و تنقیہ کی دولت ملے گی جس طرح سونے کو گرم کر کے صاف کیا جاتا ہے اور تپش اس کے جمال و حسن کو نکھار عطا کر دیتی ہے۔

⁵⁰ اور مجھے اللہ ہی کی توفیق حاصل ہے۔ اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں (ہود: 88)۔
پہلے آگے موانع اپنے مستقبل کے منصوبوں کا ذکر کیا ہے اس لیے یہ آیت تحریر فرمائی۔

⁵¹ جامعات اور کلیات کے نصابات میں قرآن کا لازمی حصہ اور حدیث اور فقہ سے کچھ حصہ شامل کر کے نصابات کو ایک جگہ رکھنا۔

تایید الادارات الاقامیه فی ما وراء الحدود⁵²

تأسيس المطبع الذي يسد مسد دائرة المعارف⁵³

دعوة الدين للذين هم عنه غافلون⁵⁴

احياء الامانات في قلوب المؤمنين⁵⁵

ازالة الفتنة حتى لا يكون أحد لا حذ فتنة⁵⁶

آئینی زندگی پر اللہ کی نگرانی و يكون الدين لله⁵⁷

اغاثة اللهفان⁵⁸

⁵² شہر کی حدود سے باہر اقامتی تعلیمی اداروں سے تعاون۔

⁵³ ایسے مطبع کا قیام جو دائرۃ المعارف کی جگہ لے اور اس کا متبادل بنے (دائرۃ المعارف سے مراد حیدر آباد کی جامعہ عثمانیہ ادارہ دائرۃ المعارف ہے)۔

⁵⁴ دین سے غافل لوگوں کو دعوتِ دین دینا۔

⁵⁵ اہل ایمان کے دلوں میں امانت و دیانت کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔

⁵⁶ فتنے کا خاتمہ تاکہ کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے فتنہ نہ بن سکے۔

⁵⁷ مراد یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا حقیقی نفاذ ہو اور قانونی معاملات اسی کی روشنی میں طے ہوں۔

⁵⁸ غرباء اور مساکین کی مدد کا باقاعدہ نظام بنانا۔

اصلاح النصاب الدينى حتى يمكن ان يستفيد منه القدماء والمتنورون فالدين عنصر لا محيص عنه وهو الكتاب والسنة والفقه۔ ثم يكون الخيار فى الالسنۃ الدينيۃ والعلمية وفن من الفنون الجديدة ومن شاء فله ان يقرأ العقليات العقلية۔⁵⁹

دینی علوم کو باقی رکھتے ہوئے عقلی تمرین کے لیے دونوں راہیں کھلی رکھی جائیں گی۔ جو چاہیں قدیم نظامی و عقلی عقلیات⁶⁰ پڑھیں اور جس کا جی چاہے حسبِ ذیل مضامین کا انتخاب کرے یعنی قدیم مذہبی زبانوں (سنسکرت و عبری⁶¹ وغیرہ میں سے کوئی ایک)

جدید علمی زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، جرمن، روسی) سے کوئی ایک۔ ان دونوں قدیم زبانوں کا لینا ضروری ہو گا اس کے بعد اختیار ہو گا کہ عقلی تمرین کے لیے فنونِ جدیدہ (معاشیات، عمرانیات، فلسفہ جدیدہ، نفسیات وغیرہ) میں سے کسی علم کو اپنے لیے پسند کرے۔ ان علوم کی تعلیم اردو زبان میں دی جائے گی۔

⁵⁹ دینی نصاب کی اس طرح اصلاح کہ اس سے قدیم اور جدید لوگ یکساں مستفید ہو سکیں۔ دینِ نصاب کا ایسا بنیادی عنصر ہو کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو یعنی کتاب، سنت اور فقہ کا ضروری حصہ شامل ہو پھر اس کے بعد اختیار ہو کہ مذہبی زبانوں اور جدید زبانوں میں سے کوئی منتخب کرے اور اسی طرح فنونِ جدیدہ میں سے جو چاہے اختیار کر لے اور جس کا دل چاہے وہ عقلی عقلیات پڑھ لے۔

⁶⁰ عقلی عقلیات سے مراد قدیم فلسفہ یعنی یونانی فلسفہ کیونکہ جدید فلسفہ مادی فلسفہ ہے اور اس کا استدلالی نظام مادی وحشی ہے۔

⁶¹ عبرانی (Hebrew)

پھر تقسیم میٹرک کے بعد ہوگی۔ میٹرک تک اردو، ہندی، انگریزی زبانوں کے ساتھ ذہنی و فنی چیزیں پڑھائی جائیں گی تاآنکہ وہ ایف۔ اے میں مذکورہ بالا نصاب کو اختیار کر سکیں۔

نکتہ 25: بسم اللہ الرحمن الرحیم

انظر كتاب الروح لابن قيم ص 261

قال ابن قيم في كتاب الروح وسبب هذا التصرف السيء أن صاحبه يعتقد قولاً ثم يرد كلاماً على خلافه بأي طريق اتفقت له فالأدلة المخالفة لما اعتقده عنده من باب الصائل لا يبالي بأي شيء دفعه ذكر في تفسير الآية الشهيرة "ليس للانسان الا ما سعى" وقالت طائفة اللام بمعنى "على" وقال قوم "الا ما سعى او سعى له" ⁶²۔

تفسیری اقوال کی عموماً یہی حالت ہے لیکن تعجب ہے کہ طریق سلف صالح اسی کو قرار دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ خبرِ آحاد سے قرآن کی تخصیص امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست نہیں خواہ روایت صحت کے

⁶² ترجمہ: اور اس غلط تصرف کی وجہ یہ ہے کہ اس کا حامل کسی قول کا اعتقاد رکھتا ہوتا ہے پھر وہ ہر اس دلیل کا، جو اس کی رائے کے خلاف ہوتی، رد کرتا ہے چاہے اس کو کوئی بھی طریقہ سوجھے اور کچھ بھی مخالف دلیل کے طور پر ہاتھ آئے۔ جب اس نے اس پر حملہ زنی کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو پھر اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کیا کچھ برباد ہوتا ہے۔ اس طرح مشہور آیت لیس للانسان الا ما سعى کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ "لام" "على" کے معنی میں ہے یعنی لیس علی الانسان الا ما سعى اور ایک گروہ کا کہنا ہے کہ الا ما سعى سے مراد ما سعى له ہے۔ (ما سعى له سے مراد یہ ہے کہ اس کے لیے جو کوشش کی جائے۔ یعنی انسان کے لیے جو کوئی دوسرا کچھ سعی کرے گا وہ اس کو ملے گا، یہ کسی غالی صوفی کی شرعاً لائق ہے جو اس نے اپنے مرشد کو اپنے لیے دنیا و آخرت میں نافع ثابت کرنے کے لیے تحریف کی ہے) ابن القیم

کسی درجہ میں بھی ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ عملی احکام میں تو اس اصول کو مانتے ہیں لیکن قرآن کی جن آیتوں سے علوم صحیحہ پیدا ہوتے ہیں ان کے لیے ہر قسم کی رطب و یابس روایتوں کے انبار سے استفادہ کو لوگوں نے جائز ٹھہرا رکھا ہے۔⁶³

63 مولانا گیلانیؒ نے تفسیر قرآن سے متعلق اس عمومی اسلوب پر نقد کی ہے کہ تفسیر بالماثور اس تفسیر کو قرار دیا جاتا ہے جس میں ہر ایک آیت کے تحت اقوال متعددہ جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ کیا سلف صالحین کا تفسیر کا یہی طریقہ تھا کہ وہ قرآن کی ایک آیت کے بیک وقت کئی کئی معانی بیان کرتے تھے؟ کیا پے در پے تفسیری اقوال کا ڈھیر لگا دینا ہی تفسیر بالماثور ہے؟ بعض اوقات ایک ہی آیت کے بارے میں عباسؒ سے متضاد اقوال نقل کر دیئے جاتے ہیں مولانا کا استدلال یہ ہے کہ جب حدیث صحیح سے قرآن کی آیات کی "تخصیص" حنفیہ کے نزدیک درست نہیں تو رطب و یابس روایتوں سے "تفسیر" کیسے درست ہو گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر تفسیر بالماثور کی امہات المکتب میں سے صرف تفسیر طبری اور تفسیر ابن کثیر کا ہی جائزہ لیا جائے تو ایسی رطب و یابس روایات کا طومار نظر آتا ہے کہ عقل بو جھل ہو جاتی ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو تفاسیر کو بالماثور اور بالرائے میں تقسیم کرنا بھی اضافی و اعتباری ہی ہے ورنہ تفسیر بالماثور بھی تفسیر بالرائے ہی ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہ ہیں:

■ آیات کی تفسیر کے لیے روایات و آثار کے اخذ و قبول کے معیارات و اصول مفسر کے اجتہاد اور اس کی ترجیحی آراء پر مبنی ہوں گے۔

■ کسی حدیث سے کسی آیت کی شرح و تبیین پر استدلال کرنا خود اجتہادی مسئلہ ہے۔ بہت کم روایات ہیں جو کہ براہ راست فرمان نبوی ﷺ کی صراحت سے کسی آیت کی تفسیر میں منقول ہیں نیز اقوال حضرت ابن عباسؒ ہوں یا حضرت عکرمہؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، سدّیؒ وغیرہم کے اقوال ہوں یہ سب تفسیر کے باب میں اجتہادی آراء پر مبنی اقوال ہیں، اسی طرح کسی محدث کا کسی حدیث پر کوئی عنوان باندھنا یا اس حدیث کو کسی

باب کے تحت لانا محدث کے اجتہاد کے تحت ہوتا ہے نہ کہ فرمانِ نبوی ﷺ تمام کتب و مجموعہ ہائے احادیث فرامینِ نبویہ ﷺ کے ساتھ ساتھ محدثین کی اجتہادی کاوشوں کا مظہر ہیں۔

■ متعدد روایات و آثار میں جمع و تطبیق یا ترجیح کی ضرورت جہاں پیش آئے گی وہاں مفسر کی رائے کے نتیجے میں کسی روایت یا اثر کو ترجیح حاصل ہوگی۔

■ تفاسیر بالماثور میں آیات الاحکام کے تحت اختلافِ فقہاء کا نقل ہونا اور ہر مفسر کا اپنے فقہی مسلک کو متدل کرنا خود معروف معنوں میں تفسیر بالرائے کی شکل ہے۔

■ کیا تفسیر بالرائے محمود کے زمرہ میں شمار کی جانے والی کتب تفسیر میں حدیث سے عدم اعتناء ہوتا ہے؟ کیا ان تفاسیر میں کسی آیت کی نبوی تفسیر سے استشہاد سے گریز کیا جاتا ہے؟ ایسا ہر گز نہیں ہے۔ تو کون سا جوہری فرق ہے کہ امام رازیؒ کی تفسیر مفتاح الغیب کو باوجود احادیث و روایات سے کثرتِ استشہاد کے تفسیر بالرائے کا نام دیا جائے اور تفسیر ابن کثیر میں اسرائیلیات اور رطب و یابس اقوال کے ہوتے ہوئے تفسیر بالماثور قرار دیا جائے؟ الماثور کے بالمقابل رائے کو رکھنا بہت سے مغالطوں کو جنم دیتا ہے۔ رائے قرآنی نصوص یا احادیث کے بالمقابل نہیں ہوتی بلکہ نصوص کی عدم موجودگی میں ہوتی ہے۔ حدیث معاذ میں نص کی عدم موجودگی کے نتیجے میں رائے کا ذکر ہے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں تفسیر بالرائے پر بہت عمدہ بحث کی ہے: فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے اہل تصوف پر ظاہر کے مطابق تفسیر نہ کرنے پر بالرائے کی حدیثی و عید کا انطباق کیا ہے۔ ان سے سوال ہے کہ اگر ابن عباسؓ سے منقول تفسیر میں مذکور تاویل کے علاوہ تفسیر کرنا گراہی ہے تو پھر فہم قرآن کا مطلب تو ابن عباسؓ کی مرویات تفسیر کو زبانی یاد کرنے کا نام ہوا۔ حضرت علیؓ سے بندہ کو فہم قرآن کے عطا ہونے پر کلمات تحسین منقول ہیں کیا فہم قرآن سے مراد منقول ترجمہ ہے؟ لہذا تفسیر بالرائے کی ممانعت کی حدیث کا تعلق اپنے میلان طبع اور خواہش نفس کے مطابق آیات کی تفسیر کرنا ہے۔ اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ پہلے سے سوچی ہوئی بات کو قرآن کی آیت کا مدلول بنا ڈالنا ہے۔ تفسیر بالرائے کی دوسری جہت محض عربی زبان کی واقفیت کو کافی سمجھتے ہوئے قرآن سے استنباطات کی جرأت کرنا ہے۔ قرآن سے استنباط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکتہ 26 :

النحواطر والسوانح

گیلانی (بہار)

23 مئی 1949 "نور" اور "روح" یہ دونوں قرآنی الفاظ خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں۔ السموات والارض کا نور "اللہ" ہے۔ ایک نور کا اطلاق اس پر کیا گیا ہے⁶⁴ دوسرا اطلاق نور کا جو ایمان

استخراج کے لیے اس کے حذف، اضمار، تکرار لفظی، تقدیم و تاخیر وغیرہم سے کما حقہ آگاہی ضروری ہے۔ لہذا تفسیر بالرائے کی ممانعت کا مطلب یہ نکالنا کہ بس منقول تفسیر کو نقل در نقل آگے چلایا جائے تو یہ درج ذیل وجوہ سے باطل ہے۔

ا۔ اس کے لیے سب سے پہلے لازم ہے کہ قرآن کی ہر آیت کی تفسیر براہ راست نبی اکرم ﷺ نے بالتصریح فرمائی ہو اور ایسا ہے نہیں۔ قرآن کے بہت معمولی حصہ کی تفسیر نبی ﷺ سے منقول ہے۔ اب اگر ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ رائے سے تفسیر فرماتے ہیں تو اس کو بھی تفسیر بالرائے کہہ کر رد کرنا ہوگا۔

ب۔ صحابہ کرامؓ نے آیات کی تفسیر میں باہم اختلاف کیا ہے تو یہ محال ہے کہ یہ مختلف قول نبی ﷺ کے ہی ہوں اس کا مطلب یہی ہے کہ صحابہؓ تفسیر بالرائے سے فرماتے تھے۔

ج۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی "اللهم فقهه في الدين وعلمه التأويل" اگر تاویل و تفسیر صرف منقول و مسوع ہی روایت کرنی ہوتی ہے تو دعا دینے کا کیا مقصد ہوا؟ اور پھر خاص ابن عباسؓ کو دعا دینے سے کیا حاصل؟

د۔ قرآن نے حکم دیا العلمہ الذین یستنبطونہ اس آیت میں اہل علم کا استنباط کرنا ثابت ہے تو کیا استنباط تفسیر بالرائے کا نام ہے کہ منقول تفسیر کا؟ (احیاء العلوم الدین، باب الرابع فی فہم القرآن و تفسیر بالرائے، دار المعرفہ، ج 1، ص 289)

اللہ نور السماوات والأرض مثل نورہ کمشکاۃ (النور: 35)

کے بعد دیا جاتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ ویجعل لکم نوراً تمشون بہ ویغفر لکم⁶⁵ نور کا اطلاق اس چیز پر بھی کیا گیا جو پیغمبر کو دیا گیا فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَالنُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلْنَا⁶⁶ کہا نور کو مادہ کا قائم مقام اور روح کو اس سرچشمہ کی تعبیر قرار دی جائے جس میں ادراک و احساس و حیات کی ضمانت پوشیدہ ہے گویا النور والروح پر عالم کی بنیاد قائم ہے پھر النور بھی عطا ہوتا ہے اور الروح بھی۔ ایک روح وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِی⁶⁷ ہے۔ پھر ایک روح وایده بروح منه⁶⁸ پھر ایک روح اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا⁶⁹ النور دافع الظلم ہے۔ والظلمة هي العدم والخیل والوساوس⁷⁰

⁶⁵ مولانا گیلانی کو اشتباہ لاحق ہوا ہے اور انہوں نے دو آیتوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ وَالْكِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِیْ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ یہ آیت سورۃ نساء کی آیت 137 ہے جبکہ جو آیت مولانا لکھنا چاہ رہے ہیں وہ سورۃ الحديد کی آیت نمبر 28 ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ یؤتکم کفلاً مِنْ رَّحْمَتِهِ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہِ وَیَغْفِرْ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ایمان لاؤ اس کے رسول پر وہ تمہیں اپنی دوہری رحمت سے سرفراز کرے گا اور تمہارے لیے نور پیدا کرے گا جس میں تم (سیدھی راہ پر) چل سکو گے اور تمہیں بخش دے گا)

⁶⁶ ترجمہ: ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا (التغابن: 8)

⁶⁷ ص: 72: الحجر: 29

⁶⁸ یہ مولانا کا تسمیٰ ہے۔ سورۃ المجادلہ کی آیت: 22 اس طرح ہے۔ وَاَیْدُهُمْ بِرُوْحٍ مِنْہُ اور سورۃ البقرۃ کی آیت: 252 میں جہاں حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے وہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَآیْدِنَا مِنْ رُّوْحِ الْقُدُسِ

⁶⁹ الشوری: 52

⁷⁰ نور وجودی چیز ہے جبکہ ظلمت عدم ہے۔ نور کے نہ ہونے کا نام ظلمت ہے ورنہ ظلمت کوئی وجودی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح خیالات، شکوک، اوہام اور وساوس بھی ظلمت کی قبیل سے ہیں کیونکہ سب چیزیں یقین کے عدم کا نام

نکتہ 27: بعد الموت مشاہدہ سے کفار بھی سرفراز ہوں گے؟⁷¹ لیکن اربابِ نفاق کے متعلق قرآن میں ہے یَوْمَ يَنْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُخْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَخْلِفُونَ لَكُمْ وَيُحْسِنُونَ عَنْهُمْ عَلَى شَيْءٍ إِلَّا إِنَّهُمْ

ہیں۔ نورِ یقین نہیں ہوگا تو شکوک، اوہام اور وساوس ہوں گے۔ مولانا گیلانی نے اپنی اس تحریر میں "نور" کو "مادہ" کے قائم مقام قرار دیا ہے لیکن جتنی آیات بھی نور سے متعلق پیش کی ہیں ان میں سے ایک بھی نور کو مادہ کے قائم مقام قرار دینے پر دلالت نہیں کرتی۔ پہلی آیت میں نور کا لفظ اللہ جل شانہ کی ذات کے لیے ہے۔ دوسری میں نور سے مراد ہدایت ایمان ہے اور تیسری آیت میں نور کا لفظ کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم کے لیے ہے۔ قرآن حکیم لفظ نور کا مادی اطلاق چاند کی روشنی یا مطلق روشنی کے لیے کیا گیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرُ نُورًا (یونس: 5) اسی طرح سورۃ نور کی آیت نمبر 40 میں روشنی کے معنوں میں نور کا لفظ آیا ہے

أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لَّجِيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكْذِبْ أَهَاؤُمْنَ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا أَفَمَالَهُ مِنْ نُورٍ۔ اگر مولانا مادہ کے قائم مقام کہنے کی بجائے نور کو کائناتِ حسی کی "اساس" قرار دیتے اور "روح" کو کائناتِ باطنی کی "اصل" کہتے تو کوئی بات قابلِ فہم بن سکتی تھی مگر موجودہ تحریر میں ان کا نکتہ مبہم اور غیر واضح ہے۔

71 اگر مشاہدہ سے مراد مشاہدۃ ذاتِ باری تعالیٰ ہے تو قرآن حکیم کا اہل کفر کے بارے ارشاد ہے كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (المطففين: 15) ترجمہ: خبردار وہ اس دن سے اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ اسی طرح ارشادِ باری ہے إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يَكْلِمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (آل عمران: 77) جبکہ اہل ایمان کے بارے فرمانِ الہی ہے وَجْهَهُ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ (القيامة: 22-23) اس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی دید میں مگر ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اہل کفر مشاہدۃ ذاتِ باری تعالیٰ سے محروم رہیں گے اور صرف اہل ایمان کو یہ سعادت نصیب ہوگی۔ مولانا نے یہ جملہ لکھ کر کہ "بعد الموت مشاہدہ سے کفار بھی سرفراز ہوں گے" جملہ پر سوالیہ نشان ڈالا ہے مگر اس سے اگلا جملہ "لیکن" سے شروع کیا ہے۔ اس استدراک سے لگتا ہے کہ مولانا نے سوالیہ نشان غلطی

ہم الکاذبون⁷² جس سے معلوم ہوا کہ مبعوث ہونے کے بعد پھر خیال منافقین میں باقی رہے گا کہ حقیقت کو الفاظ کے پردے کے نیچے چھپایا جاسکتا ہے⁷³

سے ڈالا ہے اور ان کی رائے ہے کہ کفار مشاہدہ حق سے سرفراز ہوں گے۔ اگر مشاہدہ سے مراد مشاہدہ عالم مغیبات ہے تو اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اہل کفر سب حقائق غیبیہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھ کر تسلیم کر لیں گے اور حسرت کریں گے کہ کاش واپس لوٹائے جائیں تو اہل ایمان بن کر خدا کی رضا حاصل کر لیں۔

⁷² المجادلہ: 28 ترجمہ: اس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ جی کھڑا کرے گا تو یہ اسی طرح اس کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ کسی (درجہ) ایمان پر ہیں۔ خبردار یہ تو پکے جھوٹے ہیں

⁷³ مولانا نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اہل کفر تو حشر کے دن عالم غیب کو عالم شہود پا کر اپنے کفر و عدوان کا اقرار کر لیں گے اور آرزو مند ہوں گے کہ کاش دنیا کی طرف لوٹا دیئے جائیں تو وہ ایمان اور عمل صالح کی زندگی گزار کر پھر لقائے رب کو حاضر ہوں مگر اہل نفاق میدان حشر میں بھی اپنی کذب بیانی سے کام چلانے کی کوشش کریں گے اور سمجھیں گے کہ وہ کچھ نہ کچھ تو اہل ایمان والے ہیں ہی۔ آج ہم جس عہدِ زبوں میں جی رہے ہیں وہ امتِ مسلمہ کی تاریخ کا ایسا بدترین دور ہے کہ ذلت و نکبت کا کوئی پہلو نہیں جو امتِ مسلمہ پر مسلط نہ ہو۔ اس ذلت و خواری کی جہاں دیگر متعدد وجوہ ہیں ان میں سے ایک وجہ عملی منافقین کی قیادت و سیادت ہے جس کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے لیے آنے والا ہر دن مزید خواری کی خبر لاتا ہے۔ اہل نفاق کے متعلق قرآن نے جو تفصیلات بیان کی ہیں اور جو ان کی علامات بتائی ہیں ان میں سے دو بڑی نشانیاں یہ ہیں (ا) اہل کفر سے محبت و دوستی (ب) جہاد و قتال سے نفرت و دشمنی

ہمارا پاکستان

پاکستان ایک تو ان لوگوں کا ہے جو زمین کے ایسے علاقوں سے بھاگ رہے تھے جہاں ان کو موت کا ڈر تھا، مالی نقصانات کا ڈر تھا، آبرو کا ڈر تھا اور اب وہ ایسے علاقے میں اپنے آپ کو پارہے ہیں جہاں ان کو ہر حال میں اسی موت سے ملاقات کرنی پڑے گی جس سے وہ بھاگے تھے۔ مالی نقصانات کا قانون اللہ ⁷⁴ یَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ کے تحت ہے۔ فان الربح والنقصان في التحرر ⁷⁵ باقی عزت و آبرو کا سوال تو تاریخ کی شہادت کے سوا ان مشاہدات کو ہم اور کچھ نہیں کہہ سکتے جن کا تجربہ گزشتہ چند سالوں میں ہوا لیکن گزرے ہوئے واقعات ہی سے سبق لیتے ہوئے رائے اگر قائم کی جاتی ہے تو مسلمانوں کی سیزدہ صد سالہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مسلمانوں کی عزت و آبرو کے لیے بار بار خطرہ بنتے رہے۔ پچاس سال بھی رسول ﷺ کی وفات پر نہیں گزرے تھے کہ خود پیغمبر ﷺ

⁷⁴ سورہ 26 اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور جس سے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، العنکبوت: 62،

⁷⁵ سورہ 3 الزمر: 52

کتاب زمان کی بنیاد پر "التحرر" لکھا ہے۔ یہاں لفظ کے صرف دھندلے نقوش باقی ہیں۔ عین ممکن ہے یہ لفظ "التحرر" کی بجائے "التحرر" کے تناظر میں "التحرر" لفظ اقرب لگتا ہے سو اس کو اختیار کر لیا ہے یعنی آزادی میں نفع و نقصان

کے مقدس شہر مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے ساتھ وہ سارے واقعات پیش آئے جن کا تجربہ غیر مسلم اقوام کے متعلق کیا گیا۔⁷⁶

76 مولانا کی یہ عبارت انتہائی مغالطہ آمیز ہے۔ خیر القرون میں مدینۃ النبی ﷺ کی یہ منظر کشی کرنا کہ مسلمان ایک دوسرے کی آبرودری کے درپے رہے اور ایسے واقعات رونما ہوئے جو غیر مسلم اقوام کا وطیرہ ہیں محض ایک واہمہ ہے اور حقیقت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مولانا کا اشارہ خلافتِ یزید کے واقعہ حرّہ کی طرف ہے اور اس واقعہ کی تاریخی روایات میں روافض کی کذب بیانیوں نے اتنی سیاہی بھری ہے کہ اس چیتاں میں سے حقیقت کا سراغ لگانا ممکن حد تک مشکل ہو گیا ہے۔ مولانا مناظر کی مختصر کتاب "شہادتِ حسین" کا اگر مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو سبائی دروغ بانوں کی افسانہ طرازیوں پر نظرِ تحقیق ڈالنے کا موقع نہیں مل سکا۔ مولانا گیلانی کا مسلم تاریخ سے متعلق نقطہ نظر نقد و نظر کا محتاج ہے۔ مولانا گیلانی کی کتاب "امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی" بھی تاریخی جزئیات سے کلیات سازی کر کے عمارت کھڑی کی گئی ہے۔

اب ہم اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے متعلق کچھ اصولی گفتگو کرتے ہیں جس کا تعلق مولانا گیلانی سے نہیں ہے بلکہ عمومی تاریخی مغالطوں سے ہے۔ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلا سانحہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کا پیش آیا۔ مفسدوں نے مدینہ منورہ میں آپ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفانؓ کے لیے ان چند باغیوں کو چیلوئی کی طرح مسل دینا آسان تھا کہ آپ کی افواج تو قبرص و شام کے سمندروں اور جزیروں اور افریقہ کے جنگلوں اور مکران و دینیل کے ساحلوں پہ داؤ شجاعت دے رہی تھیں تو ان گنتی کے چند لوگوں کو تہہ تیغ کر دینا کون سا مسئلہ تھا لیکن سیدنا عثمانؓ کے مقامِ صبر و عزیت نے گوارا نہ کیا کہ وہ اپنی ذات کے لیے مدینۃ النبیؐ میں خون بہائیں۔ اس حادثہ فاجعہ میں سیدنا عثمانؓ نے باوجود باج و تاخت و اقتدار کے جس طرح اپنی جان کی قربانی دی وہ نبوی تربیت یافتہ اس صاحبِ صبر و رضا کی عظمت کی ایسی دلیل ہے جس کے سامنے دنیا بھر کے اہل وفا کے سر جھکتے ہیں۔

مشاجرات صحابہؓ میں دو جنگیں جنگ جمل اور جنگ صفین اس الٰہی تکوینی انتظام کا حصہ ہیں جس کے نتیجے میں شریعتِ اسلامیہ کے بہت سے قانونی مسائل نکھر کر سامنے آئے۔ شریعت کے وہ احکامات جن کا تعلق حدود و تعزیرات اور جرم و سزا سے ہے تکوینی طور پر صحابہ کرام سے سرزد کروائے گئے کیونکہ ان کا سنت بننا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے ذریعے ممکن نہیں تھا تو گویا صحابہ نے کوڑے کھانے اور حدود جاری کرنے کے لئے خود کو پیش کیا۔ یہی حال صحابہ کی جنگوں کا ہے فرمانِ نبوی اسی تکوینی امر کی طرف اشارہ کرتا ہے سَأَلْتُ رَبِّي ثَلَاثًا... وَ سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنْعَنِيهَا (میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں دو قبول ہوئیں تیسری مانگی کہ ان کے مابین اختلاف اور جنگ نہ ہو تو قبول نہ ہوئی) (ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، المصنف، دار القبلہ جدہ، باب ما دعا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ فَأَعْطَى بَعْضُهُ، محقق: محمد عوامہ، س۔ن) یہ جنگیں صحابہ کی محبتِ الٰہی، احقاقِ حق، عدل و احسان، سلامتیِ قلب اور جماعِ بینہم کا عملی مظہر ہیں۔ قرآن تو ان کو وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا (الحجرات: 9) کہہ کر ان کے ایمان کی ہدایت دے اور محمد رسول اللہ ﷺ ان کو فَتَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (البخاری، کتاب الصلح، باب قول نبی ﷺ للحسن بن علی، حدیث: 2704، ج 2، ص 188) کہہ کے ان کے اسلام کی تصدیق کریں مگر ہم جعل زوں کی خانہ زاد تاریخ کی زنبیل سے نکلی ہر اس مکروہ روایت کو قبول کر لیں جو ان مقدس ہستیوں کے بارے میں ایسے دار کی تصویر کشی کرے جو کسی مسلمان کو تو کجا کسی عام انسان کو بھی زیب نہیں دیتا۔ مجوسی سازشی گروہ کی ریشہ دوانیوں و سیمہ کاریوں کو اہل ایمان پر چسپاں کرنا تاریخی حقائق سے صرفِ نظر ہے۔

ماحول کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے ہر قاری کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ بہتیاں ہیں جن کے صدق و تقدیس اور اخلاص و ایمان کا گواہ اللہ کا قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ایمان کے دلول میں راجح کر دیا اور فسق و فجور سے نفرت ان کے مزاج و طبیعت کا حصہ بنادی لہذا قرآن و سنت کی روشنی میں تاریخی روایت کو رد کر دیا جائے گا جو صحابہ کو مطعون کرتی ہو۔ اور جہاں تک دیگر سلاطین اسلام کا تعلق ہے تو ان کو ابو بکرؓ و عمرؓ کے مماثل نہ پا کر ہدفِ تنقید بنانا کسی طرح بھی روا نہیں۔ اگر ہر مسلم حکمران سیدنا ابو بکرؓ جیسا بن سکتا تو تو کیا انفرادیت ہوتی۔ سیدنا عمرؓ بھی سیدنا ابو بکرؓ جیسے صاحبِ عزم نہ تھے اور سیدنا عثمانؓ و سیدنا علیؓ، سیدنا عمرؓ کے مقام

الحاصل ہمارا حقیقی پاکستان وہ مقام ہے جہاں کی زندگی موت کی آلودگی سے اور جہاں صحت مرض کی مصیبت سے، جہاں کی جوانی بڑھاپے کی نقاہت سے پاک ہے جہاں صرف خیر ہی خیر ہے، شر کا کوئی ریشہ نہ اس کے نباتات میں پایا جاتا ہے اور نہ حیوانات میں، نہ آب و ہوا میں، نہ ماحول اور موسم میں۔ یہ دیکھا بھالا ہوا پاکستان ہے۔ جس کی روداد اور رپورٹ خود خالقِ عالم نے محمد ﷺ کے توسط سے ہم تک

کے حامل نہ تھے تو غیر صحابہ خلفاء سے یہ توقع رکھنا کہ وہ شخصیت و کردار میں ابو بکر و عمر بن جاسم امیدِ عبث ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مسلم سلاطین بلا شرکتِ غیرے ہزاروں مربع میل کے حکمران ہوتے تھے۔ اگر ایسے باختیار حکمرانوں سے دس سالہ یا بیس سالہ دور میں بیس غلطیاں ہو جائیں تو یہ عیب بین مورخین ایک ہی صفحہ پر نمبر وار بیس غلطیاں گنتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ ایک مطلق العنان حکمران جو وسیع سلطنت کا منتظم ہے اگر بیس سال میں بیس غلطیاں کرے تو کیا اچھنبے کی بات ہے۔ انسان ہونے کے ناتے خود مورخ اس سے کہیں زیادہ غلطیاں ایک دن میں کرتا ہے اسی طرح سلاطینِ اسلام کی کسی انتظامی تدبیر کا نتیجہ اگر درست نہیں نکلا تو اسے بھی ان کے گناہوں کی فہرست میں شامل کر دینا کہاں کی علمی دیانت ہے؟ کئی صدیوں بعد باریک بینی کا مظاہرہ کرنے والا نقاد مورخ تو اب اس تدبیر سے پہلے پیدا ہونے والے مسئلے کے اسباب و علل، اس وقت کی صورتِ حال، نتائج و اثرات گویا ایک ایک جزئیہ جانتا ہے جبکہ یہ تدبیر جس وقت اختیار کی گئی تھی اس وقت تو حکمران کے سامنے مسئلہ ہی تھا اور اپنی دانش اور وزراء کی مشاورت سے ایک تدبیر اختیار کر لی۔ نتائج کو مثبت بنا دینا اس کا اختیار نہ تھا۔ یاد رہنا چاہیے کہ یہ سلاطینِ اسلام ہی تھے جن میں ذاتی و شخصی خامیاں بے شک تھیں لیکن ان کی وجہ سے لاکھوں مربع میل دارالاسلام کہلاتا تھا اور اہل ایمان سر اٹھا کے عزت سے جیتے تھے۔ امتِ مسلمہ کے زوال کے اسباب کی تلاش کے نام سے مستشرقین کی منجھنق سے اپنی عظیم تاریخ کے قلعے پر سنگ باری کرنے سے امتِ مسلمہ میں کون سی بیداری اور کیسی امید پیدا ہونے کا امکان ہے؟ علامہ اقبال کا یہ شعر جوان کی معروف نعت "لوح بھی تو قلم بھی تو" کا حصہ ہے، اسلامی تاریخ کے ہر قاری کے پیشِ نظر رہنا چاہیے

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود فقرِ جنید و بایزید، تیرا جمال بے نقاب

نہ خطرہ ہے مصائب کا، نہ ڈر ہے واں نوائب کا

وطن ہے بس وہی ہر مرد مومن اور تائب کا⁷⁷

مسئلہ ہجرت ⁷⁹ کو اڑ بنانے والوں سے پوچھنا چاہیے کہ حبشہ و مدینہ کی ہجرت کس قرآنی آیت اور حکم کی تعمیل کی شکل تھی؟ ہجرت اگر اسی قدر اہم مسئلہ ہے تو تمام قرآنی پیغمبروں کے متعلق یہ کیوں دیکھا جاتا ہے کہ وہ کفر ہی کی آبادیوں میں کش مکش کرتے رہے۔ ابراہیمؑ اس وقت الگ ہوئے جب سنگسار کرنے کی دھمکی خود ان کے والد کی طرف سے ان کو دی گئی ⁸⁰ اور موسیٰؑ کی نبوت کی اصل غرض ہی قرآن سے

۴۸) قَالَ ارْأَيْبَ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمَ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ ذُنُوبَكَ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِمَّا يَشْرِكُونَ (مریم: 46-48) کہنے لگا اے ابراہیم تو مجھے میرے

یہ معلوم ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کو ملک مصر سے نکال لائیں⁸¹ خود رسول ﷺ نے مدینہ منورہ اس وقت ہجرت فرمائی جب مسلمانوں کی ہجرت اجتماعی کا امکان پیدا ہو گیا اور جب مقصد پورا ہو گیا تو لاہجرۃ بعد الفتح⁸² کا اعلان کر دیا گیا۔

باقی قرآن مجید میں جو ان الذین توفاهم الملائکۃ۔ الآیۃ⁸³ کو اس موقع پر جو لوگ پیش کرتے ہیں سوال یہ ہے کہ اس سرزنش ظلم والی زندگی پر کی گئی ہے یا ترک ہجرت پر؟ ظاہر ہے بالکل مثال اس کی یہ

میں تیرے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا۔ وہ میرے ساتھ بہت رحم کا معاملہ کرنے والا ہے اور میں تجھ سے اور اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو ان سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں۔

⁸¹ فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا زَسُو لَ رَبِّكَ فَأَرْسَلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تَعَذِّبْهُمْ (طہ: 47) تم پاس دونوں اس کے جاؤ اور اسے کہو کہ ہم تیری طرف اللہ کے رسول بن کر آئے ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو عذاب میں مبتلا نہ کر۔

⁸² عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا هَجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ رَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَأَنْفِرُوا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: فتح کے بعد اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت کا اجر باقی رہیں گے پس جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکلو (البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الجہاد والسریر، باب وجوب النفیر، ولہجج من الجہاد والنیۃ، حدیث 2825، ج 2، ص 230، 1423ھ/2002ء)

⁸³ النساء: 97، ترجمہ: وہ لوگ جن کو فرشتے اس حال میں موت دیتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان سے پوچھا جائے گا کہ تم اس حال میں تھے؟ وہ کہیں گے ہم زمین میں کمزور تھے (تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) کیا تم نے اللہ کی زمین کو وسیع نہیں پایا کہ تم اس میں ہجرت اختیار کر لیتے۔

ہے کہ یہود کو تمنائے موت کا حکم دیا گیا یعنی فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ⁸⁴ اس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ایمان صادق کی علامت یہ ہے کہ موت کی آرزو آدمی میں پیدا ہو اس معیار پر ننانوے فی صدی مومنین غیر صادق ہیں۔ خود موت کی آرزو کی ممانعت بھی کی گئی ہے⁸⁵ اور صحیح حدیثوں میں ہے کہ مومن بندہ موت کو ناپسند کرتا ہے⁸⁶ مرے خیال میں یہاں وہی غلطی ہے کہ مقصود یہاں یہود کے اس ادعاء کی تردید ہے جو وہ کرتے تھے کہ من دون الناس وہ اولیاء اللہ ہیں⁸⁷ ان ہی سے پوچھا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کے اولیاء ہونے کا اگر تم کو یقین ہے تو چاہیے کہ موت کی آرزو کرو لیکن بِمَا قَدَّمْتُمْ اَیْدِیْہُمْ کی وجہ سے اس آرزو کی ان میں جرأت باقی نہ تھی۔ پس ادعاء ولایت کی تردید ہو گئی باقی ہر وہ شخص جو موت کی آرزو کی قوت اپنے اندر نہیں رکھتا اس کے ایمان کو غیر صادق ایمان قرار دینا اس آیت کی بنیاد پر صحیح

⁸⁴ البقرة: 94، الجمعة: 6

⁸⁵ قَالَ اَنَسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ لَوْلَا اَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَتَمْنَيْتُ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں نے نبی کریمؐ کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ موت کی آرزو نہ کرو تو میں موت کی آرزو کرتا (بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب التمنی، باب ما یکرہ من التمنی، حدیث نمبر 7233، ج 4، ص 401، 1423ھ / 2002ء)

⁸⁶ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث منقول ہے اس حدیث کا آخری حصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ اَنَا فَاَعْلَهُ تَرَدَّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ ترجمہ: جو کچھ میں کرنے والا ہوتا ہوں تو مجھے اس میں کسی چیز کا تردد نہیں ہوتا مگر مجھے مومن کی جان (لینے) کے بارے میں تردد ہوتا ہے کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی تکلیف کو ناپسند کرتا ہوں۔ (بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث نمبر 6502، ج 4، ص 210)

نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عام انسانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے اولیاء میں شمار کرنے والوں کے خیال کی تردید اسی طرح اب بھی کرنی چاہیے لیکن موت کی آرزو سے بھاگنے والوں پر یہ الزام کہ وہ مومن صادق نہیں ہیں صحیح نہ ہوگا۔ مومن کے لیے ضروری نہیں کہ موت کی آرزو کرے لیکن موت کی آرزو اس کو ضرور کرنی چاہیے جو دعویٰ کرتا ہو کہ میں خدا کا متبخی اور پیارا ہوں⁸⁸

88 مولانا نے فتمنو الموت کے تحت جو استدلال کیا ہے وہ درج ذیل وجوہ سے محل نظر ہے:

(۱) مومنین کی موت سے ناپسندیدگی طبعی ہے نہ کہ عقلی۔ مولانا نے دونوں کو خلط کر دیا ہے۔ اہل ایمان سے مطالبہ بھی عقلی پسندیدگی کا ہے نہ کہ طبعی کا۔ کوئی اہل ایمان موت سے عقلاً نفرت نہیں کرتا اگر موت سے طبعاً نفرت کرے اور عقلاً بھی تو پھر تو اللہ سے ملاقات کے شوق کا دعویٰ اور آخرت کی زندگی کو دنیا کے مقابلے میں ترجیح دینے کی سب باتیں مہمل ٹھہرتی ہیں پھر تو کُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ (دنیا میں ایسے رہو جیسے پردیسی یا راہ چلتا مسافر، رواہ البخاری) کی دلگداز نبوی ﷺ نصیحت اور الدُّنْيَا سَجْنُ الْمُؤْمِنِ (دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ رواہ مسلم) کے کوئی معنی نہیں بنتے اس لیے احادیث میں موت کو ناپسند کرنے کی جتنی بھی باتیں اہل ایمان سے متعلق ہیں وہ سب طبعی ناپسندیدگی کی ہیں جیسا کہ قرآن نے جہاد کے بارے کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ (البقرة: 216) (وہ تمہیں ناپسند ہے) کہا کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ جہاد و قتال کو عقلاً بھی ناپسند کرتے تھے؟ یہ ناپسندیدگی طبیعت کے لیے بوجھل اور مشکل ہونے سے متعلق ہے۔

(ب) موت کی آرزو کی ممانعت کا تعلق مصیبت اور غم کی آزمائش میں بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے موت کی خواہش سے ہے اور نہ ہی وجہ موت کی آرزو کی ممانعت کی یہ ہے کہ مومن بندہ جتنی دیر زندہ رہے گا اس کے اعمال صالحہ میں اضافہ ہی ہوگا تو دنیا نامہ اعمال میں مزید نیکیاں لے کے جانے کا موقع کیوں گونا گونا چاہتا ہے۔ ورنہ موت کی آرزو کی ممانعت علی الاطلاق نہیں ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں قال العلماء من اصحابنا وغيرهم هذا اذا تمنى لضرره نحوه فان تمنى الموت خوفاً على دينه، لفساد الزمان ونحو ذلك لم يكره۔ ہمارے اسحاب شافعیہ اور دیگر علماء کا

قول ہے کہ یہ ممانعت تب ہے جب کسی ضرر و نقصان وغیرہ کی وجہ سے موت کی آرزو کرے لیکن اگر فسادِ زمانہ کے باعث ہے اپنے دین کے خوف سے یا کسی ایسی ہی دوسری وجہ سے موت کی آرزو کرے تو مکروہ نہیں ہے۔ (النووی، شرف الدین، الاذکار من کلام سید الا برار المسکی حلیۃ الا برار و شعار الاخیار فی تلخیص الدعوات والاذکار المسحوبۃ فی اللیل والنہار، دار المنان بیروت طبع اول، ص 239، 2005ء) مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں: واما اذا خاف ضرر اُفی دینہ فلا کراہیۃ فیہ لمفہوم هذا الحدیث وقد فعل كثیرون من السلف عند خوف الفتنۃ فی ادیانہم۔ جہاں تک اپنے دین میں نقصان کے خوف سے موت کی آرزو کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں اس حدیث کے مفہوم کے پیش نظر کوئی کراہیت نہیں ہے سلف میں بہت سے لوگوں نے اپنے دین میں فتنہ کے وقت موت کی آرزو کی۔ (بذل المجہود فی حل ابی داؤد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج 4، ص 181، 1973ء)

(ج) رسول ﷺ نے خود موت کی آرزو فرمائی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ ذیل میں تین احادیث نقل کی جاتی ہیں:

- وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أَقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أَحْيَا ثُمَّ أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْيَا ثُمَّ أَقْتُلُ۔ اس رب کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ (الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسر، باب تمنی الشہادۃ، حدیث نمبر 2797، ج 2، ص 223)
- اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور رفیقِ اعلیٰ تک پہنچا دے۔ (الجامع الصحیح، کتاب المرضی، باب تمنی المرضی الموت، حدیث نمبر 5674، ج 4، ص 12)
- اِنَّ اللّٰهَ خَيْرُ عِبَادِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ (الجامع الصحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوضۃ الممر فی المسجد، حدیث نمبر 466، ج 1، ص 119)

(د) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موت کو محبوب رکھتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کا فرمان بہت معروف ہے جو آپؐ نے ایرانی سپہ سالار کو مخاطب کر کے لکھا تھا جنتکم بقوم یحبون الموت کما تحبون شرب الخمر۔ میرے ساتھیوں کو موت اس طرح محبوب ہے جس طرح تمہیں شراب۔ (الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک) (تاریخ طبری) دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج 2، ص 321، 1407ھ)

(ه) نبی کریم ﷺ نے موت سے کراہیت کو آخری دور میں امت مسلمہ کی ذلت و نکبت کی وجہ قرار دیا۔ فرمان نبوی ﷺ ہے عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا. فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قَلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غَتَاءُ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ غَدَوِكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ. فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ خُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.

ایک وقت آئے گا کہ قومیں تم پر ٹوٹ پڑنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جیسے بھوکے اپنے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیا اس وقت ہماری تعداد کی قلت کے باعث ہوگا؟ فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تم کثیر تعداد میں ہو گے لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے بعد آنے والے جھاگ کی سی ہوگی اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہارا رعب ختم کر دیں گے اور تمہارے دلوں میں وہن داخل کر دیں گے تو پوچھنے والے نے پھر پوچھا اے اللہ کے رسول وہن کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد، السجستانی، السنن، دار الکتاب العربی، بیروت، ج 4، ص 184، رقم الحدیث 4299)

مولانا گیلانیؒ کے ہجرت سے متعلق استدالات پر مزید کوئی تبصرہ کیے بغیر ہم شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی یہ عبارت جو ان کے وصایا میں ہے پیش کرتے ہیں: عليك بالهجرة ولا تقم بين أظهر الكفار فإن في ذلك إهانة دين الإسلام وإعلاء كلمة الكفر على كلمة الله فإن الله ما أمر بالقتال إلا لتكون كلمة الله هي العليا وكلمة الذين كفروا السفلى، وإياك والإقامة أو الدخول تحت ذمة كافر ما استطعت، واعلم أن المقيم بين أظهر الكفار مع تمكنه من الخروج بين ظهرانيهم لا حظ له في الإسلام، فإن النبي صلى الله عليه وسلم قد تبرأ منه ولا يتبرأ رسول الله عليه وسلم من مسلم، وقد ثبت عنه أنه صلى الله عليه وسلم قال أنا بريء من مسلم يقيم بين أظهر المشركين

نکتہ 29: نزول سکینہ تائید بخنود لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا کی تدبیر یہ ہے کہ لَا تَخْزَنَنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا کا مراقبہ کیا جائے۔ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْزَنَنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِخُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ⁸⁹

فما اعتبر له كلمة الإسلام۔ اور تجھ پر لازم ہے کہ تو ہجرت کرے اور ایسی جگہ نہ رہے جہاں کفار کا غلبہ اور شان و شوکت ہو کیونکہ اس میں اسلام کی اہانت ہے اور کفر کے کلمہ کا اللہ کے کلمہ کے مقابلہ میں بلند ہونا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے قال کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کفر کرنے والوں کا کلمہ پست ہو۔ خبردار کسی کافر کی امان اور پناہ لے کر جب تک تجھ میں ہمت ہے، کسی جگہ رہائش یا داخلہ اختیار مت کرنا۔ جان لو جو شخص بھی کفار کے غلبہ والے علاقہ میں رہتا ہے باوجودیکہ ان کے درمیان سے نکل سکتا ہے تو اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص سے برأت کا اظہار فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ کسی مسلمان سے برأت کا اظہار نہ فرماتے تھے اور یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (میں ایسے شخص سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہائش و اقامت اختیار کرتا ہے) تو آپ ﷺ نے اس کے لیے اسلام کا اعتبار نہیں فرمایا۔ (الفتوحات المکیہ، باب فی وصیۃ حکمیۃ یتنتفع بها المرید السالک والواصل ومن وقف علیہا، ج 4، ص 456، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1997)

⁸⁹ التوبہ: 40، ترجمہ جب ان کافروں نے نکلنے پر مجبور کر دیا تو جب وہ دونوں غار میں تھے۔ دونوں میں سے دوسرا اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے ان پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور اس کی تائید و نصرت ایسے لشکروں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے اور اس (اللہ) نے کافروں کا کلمہ پست کر دیا اور اللہ کا کلمہ تو ہے ہی بلند اور اللہ غالب و حکمت والے ہیں۔

نکتہ 30:

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

ڈاکٹر اقبال مرحوم کیا تھے؟ ان کا پیغام کیا تھا؟ بجائے دوسروں کے خود ہی ان کے کلام میں ان سوالوں کا جواب اگر تلاش کیا جائے تو مل سکتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ والد سے ان کو نسبت محمدی وراثت تھی۔ جب مرحوم نو عمر تھے فقیر کو ڈانٹا اس پر والد نے ان کو ڈانٹا اور کہا من چہ گویم چو پرسد نبی⁹⁰ اپنی تعلیمی زندگی اور شباب کی رندانہ بے راہ روی کا ذکر کر کے ارتیابی ذہنیت کا شکار کچھ دن

⁹⁰ علامہ اقبالؒ نے اپنا واقعہ اسرار خودی میں بیان کیا ہے کہ ایک دن ایک سائل دروازے پہ آیا جس نے کرخت آواز صدالگائی تو مجھے بہت گراں گزرا۔ میں نے طیش میں آکر جولاٹھی میرے ہاتھ میں تھی اس کے سر پر دے ماری اگر سر سے خون بہنے لگا اس نے والد کو میری شکایت کی والد نے فقیر کا جب یہ حال دیکھا تو رو پڑے اور کہا:

گفت فردا امت خیر الرسل	جمع گرد و پیش آں مولائے کل
در میان انجمن گردد بلند	نالہ ہائے ایس گدائے درد مند
اے صراط مشکل از بے مرکبی	من چہ گویم چوں مرا پرسد نبیؐ
حق جو آنے مسلم باتو سپرد	کو نصیبے از دستا نم نبرد
باز ایں ریش سفید من نگر	لرزہ امید و بیم من نگر
بر پدر ایں جور نازیبا مکن	پیش مولا بندہ را سوا مکن
غنجہ از شاخسارِ مصطفیٰؐ	گل شواز باد بہارِ مصطفیٰؐ
از بہار ش رنگ و بو باید گرفت	بہرہ از خلق او باید گرفت

رہے مگر ان کو جلد محسوس ہوا کہ دانش حاضرِ گل کاغذ ہے⁹¹ اور جہانِ جستجو میں یورپ ناشاد ہو کر رہ گیا، بالآخر خود کشی پر آمادہ ہو گیا۔

ترجمہ: کہا کل قیامت کے روز سارے جہانوں کے مولا حضرت محمد ﷺ کے گرد ان کی امت جمع ہوگی۔ امت کے اس عظیم مجمع میں اس درد مند فقیر کی آہ و بکا کی صدا بلند ہوگی اور یہ شکایت کرے گا۔ تیرا راستہ تو کھوٹا ہو گا، ہی مگر نبی ﷺ نے مجھ سے پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ وہ کہیں گے ترے سپرد ایک مسلمان نوجوان ہوا تھا کہ تو اس کی تربیت کرے لیکن تو نے اسے کچھ نہ سکھایا۔ میری سفید داڑھی کا خیال کر اور میری امید اور ناامیدی کی حالت پر نظر کر۔ اپنے باپ پر یہ ناروازی یاد تھی نہ کر اور اسے آقا ﷺ کے سامنے رسوا نہ کر۔ تو مصطفیٰ ﷺ کی شاخ کا غنچہ ہے۔ مصطفیٰ ﷺ کی باد بہاری سے فیض پا کر پھول بن جان کی بہار سے رنگ و بو حاصل کر لے اور ان کے خلق سے بہرہ مند ہو جا۔ (کلیات فارسی، اسرارِ خودی، در معنی ایں کہ حسن سیرت ملیہ از تادب آداب محمدیہ است، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 130-131، 1975ء)

⁹¹ اسرارِ خودی میں لکھتے ہیں

سوزِ عشق از دانش حاضرِ مجوے	کیفِ حق از جامِ ایں کافرِ مجوے
مدتے محو تنگ و دو بودہ ام	راز دان دانش تو بودہ ام
باغبانِ امتحانم کردہ اند	محرمِ ایں گلستانم کردہ اند
گلستانِ لالہ زارے عبرتے	چوں گل کاغذ سراب نکستے

ترجمہ: دانش حاضر سے سوزِ عشق کی طلب مت کر اس کافر سے شرابِ حق سے لبریز جام کی چاہت بے سود ہے۔ میں امتحانِ حق اور تنگ و دو کا شکار رہا تب کہیں جا کر اس دانش نو کی حقیقت کو پایا ہے۔ باغبانوں نے خوب میرا امتحان کیا تب انھیں جا کر مجھے ان گلستانوں کے رازوں کا محرم بنایا ہے۔ یہ گلستانِ عبرت آموزیوں کا مرقع ہے اور اس کے

در صراط زندگی از پافتاد
بر گلوئے خویش خنجر نہاد⁹²

یورپ والوں کی غیر انسانی زندگی پابزدان مظاہر بستہ⁹³ بر آب کیا کیا جانے؟ والد کا بویا ہوا بیچ کام آیا

از پدر تانام تو آمو ختم
آتش ایں آرزو افرو ختم⁹⁴

ایں شراب از شیشہ جانم نہ ریخت
ایں زر سار دانا نم نہ ریخت⁹⁵

آدمی پڑھے لکھے تھے۔ فکر و غور کی منزلیں طے کیے ہوئے تھے، مغربی تمدن کا جوہری افلاس جانتے تھے۔

پھولوں کی حقیقت کا غدی پھولوں کی ہے جن میں خوشبو کا سراب ہوتا ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اندرز میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی کہ برائے مسلمانان ہندوستان رقم فرمودہ است، ص 68)

⁹² وہ زندگی کی راہ میں تھک کر رہ گیا اور آخر اپنے ہاتھوں سے اپنے گلے پر خنجر رکھ دیا۔ (کلیات فارسی، اسرار

خودی، اندرز میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی کہ برائے مسلمانان ہندوستان رقم فرمودہ است، ص 69)

⁹³ پابزدان مظاہر بستہ از حدود جس برون ناجستہ

یہ مظاہر پرستی کے قید خانے کا اسیر ہے اور حس کی حدود سے باہر نکل کر اس نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اندرز میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی کہ برائے مسلمانان ہندوستان رقم فرمودہ

است، ص 68)

⁹⁴ (یا رسول اللہ ﷺ) میں نے آپ کا نام اپنے والد سے سیکھا اور آپ کی آرزو کی آگ کو بھڑکایا۔

⁹⁵ شراب (محبت، رسول اللہ ﷺ) سے میری جان کا جام کبھی خالی نہیں ہوا اور یہ خالص سونا میرے دامن سے بھیج

نہیں گرا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، عرض حال مصنف بحضور رحمۃ اللعالمین، ص 168-169)

ن از سوزِ عشق آزاد ماند در جہان جستجو ناشاد ماند
مے دیرینہ در میناش نیست شور "یارب" قسمت شبہاش نیست⁹⁶

کا در پچہ نبوت ہے اس لیے وہ ہر چیز سے ٹوٹ کر اسی میں غرق ہو گئے۔

تامرا افتاد بر رویت نظر از اب و ام گشتہ محبوب تر⁹⁷

قوت قلب و جگر گردد نبیؐ از خدا محبوب تر گردد نبیؐ⁹⁸

کا عطا فرمودہ علم ہر قسم کی عقلی آلائشوں سے پاک ہوتا ہے۔

امی پاک از ہوا گفتار او شرح رمز ماغوی گفتار او⁹⁹

⁹⁶ اس کی فطرت سوزِ عشق سے خالی ہے اور وہ جستجو کی راہوں سے بھٹک کر پریشان حال ہے یہ پرانی شراب اس کے جام میں موجود نہیں ہے۔ اس کی راتوں میں "یارب" کی صداؤں کا شور نہیں ہے۔ کلیات فارسی، اسرار نفوذی، عرض حال مصنف بحضور رحمۃ اللعالمین، ص 169

⁹⁷ جب سے میری نظر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑی ہے۔ آپ ﷺ مجھے اپنے ماں باپ سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، عرض حال مصنف بحضور رحمۃ اللعالمین، ص 169)

⁹⁸ قوت قلب و جگر کی قوت نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی بن گئی۔ خدا سے محبوب ترین ہستی نبی اکرم ﷺ کی نسبت نعمت کی ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص 101)

⁹⁹ کلماتِ ماغوی کی ہر بات خواہشِ نفس کی آلائشوں سے پاک ہے۔ آپ ﷺ کا بولنا ماغوی (قرآنی آیت کی جانب اشارہ) آپ ﷺ نہ تو گمراہ ہیں اور نہ ہی بہکے ہوئے ہیں) کی تفسیر و تعبیر ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار

حکمتش جبل الوری ملت است¹⁰⁰

قلب مومن را کتابش قوت است

فیض سے تیرے رگ تاک یقیں نمناک ہے¹⁰¹

وقال تیرا رتبہ آئینہ لولاک سے

ان پر واضح ہوا کہ "معمہ کائنات" کا سرمدی حل حضرات انبیاء کرام کے ذریعہ سے اتار ہا اور قدرت کا جو مقصود تھا یعنی بکھری ہوئی انسانیت کو اسی "ابدی علم" کے نیچے لایا جائے تو عالم تدبیر میں یوں ہوا کہ حضرت ابراہیم کے دل میں آرزو امت مسلمہ کی ڈالی گئی۔ ان کی دعا قبول ہوئی۔ کعبہ اور کعبہ والے کا ظہور ہوا اور ٹوٹی ہوئی انسانیت کو جوڑنے کے لیے وہ آگیا جس کے لیے یہ سب کچھ تھا۔ اسی نے آکر زندگی میں معنویت پیدا کی۔ مصنوعی اختلافات کے قصوں کو ختم کر دیا۔

اب ڈاکٹر صاحب گانے لگے

جلوہات تعبیر خواب زندگی

اے ظہورِ توشاب زندگی

خودی، در معنی اس کہ جمیعت حقیقی از محکم گرفتن نصب العین ملیہ است و نصب العین امت محمدیہ حفظ و نشر توبہ است، ص 139)

¹⁰⁰ مومن کے دل کے لیے آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب قوت (کے حصول) کا ذریعہ ہے۔ اس کتاب کی تعلیمات حکمت ہی ملت کے استحکام کے لیے مضبوط رسی کی حیثیت رکھتی ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص 101)

¹⁰¹ پہلے مصرعہ میں مولانا سے ایک لفظ لکھنے سے رہ گیا ہے مصرعہ اس طرح سے ہے "تیرا رتبہ جوہر آئینہ لولاک ہے" (ڈاکٹر صابر کلوروی، کلیات باقیات شعر اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، 2004ء، ص 42) دیکھیے سیرا نرسنا اشاریہ کلیات اقبال شعر اقبال، دار الفکر لاہور، 2006ء، ص 49-108)

ایں زمین از بارگاہت ارجمند
آسماں از بوسہٴ بامت بلند¹⁰²
بہر حال فطرتِ انسانی کے لاینحل سوالات کا کامل، قیم، لازوال جواب جس شان سے آیا اسی کی
تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ہرکِ آہلِ براہیم خلیل	انبیاء را نقشِ پائے او دلیل
آں خدا لم یزل را آیتے	داشت در دل آرزوئے ملتے
جئے اشک از چشم بے خوابش چکید	تا پیام طہرا بیتی شنید
بہر ما ویرانہ آباد کرد	طائفان را خانہ بنیاد کرد
تاہال "تب علینا" غنچہ بست	صورت کار بہارِ ما نشست
حق تعالیٰ پیکرِ ما آفرید	وز رسالت در تن ما جاں دمید
ز بے صوت اندریں عالم بدیم	از رسالت مصرع موزوں شدیم ¹⁰³

¹⁰² یا رسول اللہ ﷺ آپ کی ذات مبارک کا وجود میں آنا (انسانی) زندگی کا شباب ہے اور آپ کا جلوہ زندگی کے خواب
کا تعبیر ہے۔ اس زمین کو آپ ﷺ کی بارگاہ کے باعث قدر و منزلت حاصل ہوئی اور آسمان آپ ﷺ کی چوکھٹ کو
چاند باندی پا گیا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، عرض حال مصنف بحضور رحمۃ اللعالمین، ص 166)
¹⁰³ خاتمِ جمیع خلیل اللہ ڈوب جانے والوں کی خدائی کا بھرم توڑنے والی ذات ہے (قرآن کی آیت کی جانب اشارہ ہے جس
میں اللہ نے مشرکین سے کواکب، قمر اور شمس کی خدائی کا رد کرتے ہوئے کہا کہ لا احب الا فلین۔ میں ڈوبنے
والوں کو پسند نہیں کرتا۔ آپ کے نقوش قدم انبیاء کرام (کی دعوتی و تبلیغی زندگی) کے لیے راہنما کی حیثیت رکھتے

گرد پایش سرمہ چشمِ رسل

بود در دنیا و از دنیا نبود

بود اندر آب و گل آدم ہنوز¹⁰⁴

ہمچنان آں رازوالہ جزو کل

یعنی آں شمع شبستان وجود

جلوہ او قدسیاں را سینہ سوز

ہیں۔ جناب ابراہیمؑ کی ذات خدا تعالیٰ جن کی ہستی لازوال ہے، کی نشانی تھی۔ آپ کے دل میں ملتِ اسلامیہ کی آرزو پیدا ہوئی۔ ان کی بے خواب بیدار آنکھوں نے اشک باری کی تب انہوں نے طہرا بیستی کا پیغام سنا (قرآن کی آیت طہرا بیستی لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ کی جانب اشارہ ہے) تب انہیں حکم ہوا کہ ہمارے لیے اس ویرانہ (صحرائے عرب اور مکہ کے شہر) کو آباد کرو اور طواف کرنے والوں کے لیے اللہ کے گھر کی بنیاد رکھو۔ تب ان کی آرزو کے پودے پر تَب عَلینا کا پھول کھلا اور بہار (رحمت خداوندی) سے کام چل پڑا۔ حق تعالیٰ کے حکم سے پہلے صرف تن اور پیکرِ خاکی پیدا ہوا اور ہمارے تن خاکی میں رسالت کی روح کی وجہ سے جان آئی۔ ہم تو پہلے صرف بے آواز حرف کی حیثیت رکھتے تھے رسالت کی وجہ سے ہم موزوں مصرعہ کی صورت میں ڈھل گئے (اور معنویت حاصل ہوئی)۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص 100-101)

¹⁰⁴ رسول ﷺ کی ذات پاک جزو کل کے رازوں سے آگاہ ہے اور آپ ﷺ کے پاؤں کی خاک انبیاء کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذات شبستان وجود میں شمع بن کر روشن ہوئی (یعنی آپ ﷺ کے وجود سے کائنات ہستی کو وجود عطا ہوا) آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے لیکن آپ ﷺ کا مقصود دنیا نہیں تھی۔ آپ ﷺ کے جلوہ سے فرشتوں اور ملاء اعلیٰ کی مجالس میں گرمی (محبت و معرفت الہی) تھی جب ابھی حضرت آدمؑ مٹی اور پانی کی صورت میں تھے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، در معنی ایں کہ چوں ملت محمدیہ مؤسس بر توحید و رسالت است پس نہایت مکانی ندارد، ص 113)

آن کہ جاں در پیکر گیتی دمید
 روزگار تازہ آئین آفرید¹⁰⁵
 در ٹہستان حرا خلوت گزید
 قوم و آئین و حکومت آفرید
 ہندو شہا چشم او محروم نوم
 تابہ تخت خسروی خوابیدہ قوم
 ہریا منون خواب راحتش
 تاج کسریٰ زیر پائے آتش
 بت ہجرت و آہن گداز
 دیدہ او اشک بار اندر نماز
 در جہاں آئین نو آغاز کرد
 مسند اقوام پیشیں در نور¹⁰⁶
 بہت آورد نبض کائنات
 و انمود اسرار تقویم حیات¹⁰⁷

¹⁰⁵ آپ ﷺ نے اس کائنات ہستی میں روح حیات پھونکی اور ایک نئے آئین جہاں بانی سے دنیا کو روشناس کیا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، در معنی اس کے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراءؑ اسوۃ کاملہ ایست برائے نساء اسلام، ص 152)
¹⁰⁶ آپ ﷺ غار حرا کی خلوتوں میں راتوں کو فکر مندر ہے یہاں تک کہ (وحی کی روشنی میں) آپ ﷺ نے مبعوث ہو کر ایک نئی امت، نئے قانون شریعت اور نئے طرز جہاں بانی سے دنیا کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ کی راتیں نسل انسانی کے لیے جاگتے گزرتیں یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ آپ کی امت غلبہ پا کر تخت خسروی پر خواب آغوش ہونے والی بن گئی۔ آپ ﷺ کی تلوار میدان جنگ میں لوہے کو کاٹتی تھی اور نماز میں آپ ﷺ کی آنکھیں (اللہ کے حضور) اشکبار رہتیں۔ آپ ﷺ نے دنیا میں نئے آئین کا آغاز کیا اور اقوام ماضی کی بساط لپیٹ دی۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، بیاض مناظر، ص 19)
¹⁰⁷ آپ ﷺ نے نبض کائنات پر انگلیاں رکھ کر زندگی کے اسرار و رموز کو افشا کیا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، دریں باب، ص 139)

لیکن یہ آئین نو کیا گزشتہ پیغمبروں یا پیغمبروں کے پیغام سے مختلف تھا؟ زمانی قیود سے یہ تعلیم آزاد و تہی اور وہی تعلیم تھی جو پہلوں نے دی تھی۔ فرماتے ہیں

باکسے عہدِ محبت بستہ ایم¹⁰⁸

از غم امروز و فردا رستہ ایم

کیونکہ امروز میں وہی ملا ہے جو ماضی میں دیا گیا تھا اور فردا میں کام آئے گا۔ پیغمبر ﷺ نے جو کچھ کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ گزشتہ تعلیمات کی آلودگیوں کو صاف کیا۔

پاک شست آلود گئیہائے کہن¹⁰⁹

از قبائے لالہ ہائے چمن

اسی کا نام تصحیح ہے اور تصدیق کی

وارث موسیٰ و ہارونیم¹¹⁰

دردل حق سر مکنونیم ما

تصدیق و تصحیح کے ساتھ تکمیل بھی آپ کا کام تھا۔ اسی طرف اشارہ کیا

¹⁰⁸ ہم آج اور کل کی قید سے آزاد ہو گئے۔ ہم نے کسی سے عہدِ محبت باندھ لیا (جو وقت کی حدود سے ماورا ہے)۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، الوقت سیف، ص 75)

¹⁰⁹ اس چمن کے پھولوں پر جمی ہوئی آلودگیوں اور آلائشوں کو اس نے صاف کر ڈالا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، ص 145) معنی ایں کہ جمیعت حقیقی از محکم۔۔۔۔۔ حفظ و نشر توحید است

¹¹⁰ ہم، سینہ عالم میں حق تعالیٰ کا پوشیدہ راز ہیں اور ہم ہی موسیٰ اور ہارون کے وارث ہیں (کلیات فارسی، اسرار خودی، الوقت سیف، ص 75)

کعبہ رایت الحرم کا شانہ اش¹¹¹

طور موج از غبار خانہ اش

غرض

جس کے ہر قطرہ میں سوموتی ہوں وہ دریا ہے تو

آب کوثر تشنہ کا مان محبت کا ہے تو

معنی یاسیں ہے تو، مفہوم او ادنیٰ ہے تو¹¹²

طور پر چشم کلیم اللہ کا تار ہے تو

تھی مؤخر تیری آمد پر مقدم تو ہوا¹¹³

زب حسن محفل اشراف عالم تو ہوا

از حدود مصطفیٰ بیرون مرو¹¹⁴

شکوہ سنج سختی آئین مشو

بہر حال آخری منزل یہی تھی

¹¹¹ طور (اپنی قدر و منزلت کے باوجود) آپ ﷺ کے گھر کے موج غبار کی حیثیت رکھتا ہے اور کعبہ ان کا شانہ مبارک ہونے کے باعث بیت الحرم ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، دریاں ایں کہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ص 19)

¹¹² کلیات باقیات شعر اقبال، ص 41، اشاریہ کلیات اقبال شعر اقبال، ص 56، 9

¹¹³ ایضاً ص 42

¹¹⁴ شریعت محمدی ﷺ پر سختی اور تنگی کا شکوہ نہ کر اور مصطفیٰ ﷺ کی (متعین کردہ) حدود سے باہر نہ نہ۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، مرحلہ اول اطاعت، ص 41)

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے مازنام مصطفیٰ است¹¹⁵

طرح عشق انداز اندر جان خویش
تازہ کن با مصطفیٰ پیمان خویش¹¹⁶

دا منش از دست دادن مردن است
چوں گل از بادِ خزان افسردن است¹¹⁷

نبوتِ کبر لے کے خدمات¹¹⁸

از تو بالا پایہ ایں کائنات
فقر تو سرمایہ ایں کائنات

این زمیں از بار گاہت ارجمند
آسماں از بوسہ بامت بلند

در جہاں شمع حیات افروختی
بندگانِ را خواجگی آموختی

- ¹¹⁵ ہر مسلمان کے دل میں حضرت محمد ﷺ کا مقام بہت بلند ہے۔ ہماری تو آبرو ہی محمد ﷺ کے ناموس سے وابستہ ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، دریاں ایں کہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ص 19)
- ¹¹⁶ اپنی ذات میں عشق (مصطفیٰ ﷺ) کی نئے انداز سے بنیاد مستحکم کر اور مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ نئے سرے سے وفا کا عہد باندھ۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، پیش کش بحضور ملتِ اسلامیہ، ص 81)
- ¹¹⁷ اس کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا (قلب و روح) کی موت ہے جس طرح بادِ خزاں پھول کے لیے موت کا پیغام ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص 101)
- ¹¹⁸ اس عنوان کی لفظی و معنوی ترکیب عجیب ہے۔ "کے خدمات" کی بجائے "کی خدمات" ہونا چاہیے لیکن نبوت کی خدمات میں نبوت کا خدمت کرنے کا جو تاثر ابھرتا ہے وہ ذوق پر گراں سا محسوس ہوتا ہے یا تو اس کے ساتھ گراں قدر کا لفظ لگا دیا جاتا یا پھر نبوتِ کبریٰ کے احسانات کا عنوان باندھا جاتا تو مناسب ہوتا۔

بے تو از نابود مند بہا نخل
پیکراں ایں سرائے آب و گل¹¹⁹

در نگاہ او یکے بالا و پست
با غلام خویش بر یک خواں نشست (طبقات کا خاتمہ)

از جہاز و چین و ایرانیم ما
شبہم یک صبح خندا نیم ما (اوطان کا اختتام)¹²⁰

امیازاتِ نسب را پاک سوخت
آتش او ایں خس و خاشاک سوخت¹²¹

درد جو انسان کا تھا وہ تیرے پہلو سے اٹھا

قلزمِ جوشِ محبت تیرے آنسو سے اٹھا¹²²

اس کا نتیجہ ہوا

¹¹⁹ آپ ﷺ کے وجود مقدس کے شرف کے باعث اس کائنات کی شان بلند ہے۔ آپ ﷺ کا فقر کائنات کا سرمایہ ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، عرضِ حال مصنف بحضورِ رحمۃ اللعالمین، ص 166) اس زمین کو آپ ﷺ کی بارگاہ کے باعث قدر و منزلت حاصل ہوئی۔ آسمان آپ ﷺ کی چوکھٹ کو چوم کر بلندی پا گیا۔ آپ ﷺ نے اس جہان میں زندگی کی شمع روشن کی اور غلاموں کو آقا کی سکھائی۔ آپ ﷺ کے بغیر پیکراں آب و گل کا وجود گویا نہ ہونے کی شرمندگی کا شکار تھا۔

¹²⁰ ان کی نگاہ میں بلند و پست (امیر و غریب و اعلیٰ و ادنیٰ) سب برابر تھے اور آپ ﷺ نے غلام اور آقا کو ایک متر خوان پہ بٹھادیا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، دریاں ایں کہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ص 19)

¹²¹ ہم تجاز و چین و ایران میں ایک ہی مسکراتی ہوئی صبح کی شبہم ہیں۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، دریاں ایں کہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ص 20)

¹²² کلیات باقیات شعر اقبال، ص 41، اشاریہ باقیات شعر اقبال ص 73، ص 110

ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو¹²³

شش جہت روشن زتاب روئے تو

بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے

دشت میں، دامن کسار میں، میدان میں ہے

رفعتِ شانِ رفعتنا لک ذکرک دیکھے¹²⁴

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے

پس

جزو ما از جزو مالا نفک است

از رسالت صد ہزار مایک است

از رسالت حلقہ گرد ما کشید

آں کہ شانِ اوست "یہدی من یرید"

مرکز او وادی بطحائے

حلقہ ملت محیط افراتے

اہل عالم را پیام رحمتیم

مازِ حکم نسبت و ملتیم

مثل موج از ہم نمیریزیم ما¹²⁵

از میان بحر او خیزیم ما

¹²³ اطرافِ عالم آپ ﷺ کی تابندگی سے روشن ہیں۔ ترک و تاجک، عرب اور ہندی سب کا مرکز آپ ﷺ کی

ذات ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، عرض مصنف بکضور رحمة للعالمین، ص 166)

¹²⁴ کلیاتِ اردو، بانگِ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1975ء، ص 25

¹²⁵ رسالتِ محمدی ﷺ کی وجہ سے ہم ہزاروں ہونے کے باوجود یکجائی کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اور ہمارا ہر جزو

انٹانگ ہے۔ وہ اللہ جل شانہ جس کی شان ہے کہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے، اس نے ہماری گردنوں کو رسالتِ

محمدی ﷺ کا حلقہ بگوش کر دیا ہے۔ اسی رسالتِ محمدی ﷺ سے حلقہ ملت مضبوط اور وسیع ہے جس کا مرکز وادائی

ہم ہے۔ ہم اسی نسبت سے ملت کی صورت میں تشکیل پا کر مستحکم ہو گئے اور اہل عالم کے لیے پیغامِ رحمت ہیں۔

از رسالت ہم نوا گشتیم ما
 ہم نفس، ہم مدعا گشتیم ما
 دین فطرت از نبی آموختیم
 در ره حق مشعلے افروختیم
 این گہر از بحر بے پایان اوست
 ماکہ یک جانیم از احسان اوست

قوم را سرمایہٴ قوت ازد

حفظ سر وحدت ملت ازد¹²⁶

دین الفطرت کیا ہے

کائنات کی کار فرما قوت کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ کار فرما قوت انسانی مرضی کے مطابق ہو جاتی ہے۔ یہی خودی کی بیداری ہے۔ اس کی دو منزل ہے۔ غیروں کے دباؤ سے آزادی، جن کے پاس مرضی، خود اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہے۔

بلندیوں کی جانب عروج کرتے ہیں جس طرح سمندر کی موجیں بلند ہوتی ہیں لیکن موجیں ایک دوسرے سے وابستہ رہتی ہیں۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص 101)

¹²⁶ ہم رسالت محمدی ﷺ کے باعث ہم نوا ہو گئے۔ ہم نفس اور ہم مدعا بن گئے۔ ہم نے نبی ﷺ سے دین فطرت کا سبق از بر کر لیا اور پھر راہ حق میں ہدایت کی شمعیں روشن کرنے والے بن گئے۔ یہ اس بحر بے کنار کی عنایت ہے۔ ہم اگر ایک ہیں تو یہ رسالت محمدی ﷺ کا ہی احسان ہے۔ امت کا سرمایہٴ قوت آپ ﷺ کی رسالت سے وابستگی ہے اور ملت کی وحدت کا راز آپ ﷺ کی رسالت سے تعلق میں پنہاں ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص 102)

نکتہ سنجایں راصلائے عام دہ
از علوم امیؑ پیغام دہ

امی پاک از ہوا گفتار او
شرح رمز ماغویؑ گفتار او

اے کہ می داری کتابش در بغل
تیز تر نہ پایہ میدانِ عمل¹²⁷

اوروں کے پاس خالص مرضی حق نہیں ہے بلکہ فکر بافیوں کے نتائج اس میں شریک ہیں
فکرِ انسان بت پرستے، بت گرے

مسلمانوں (کی) قدیم و جدید نسل پر تنقید

ساقی دیرینہ را ساغر شکست
بزمِ رندانِ حجازی بر شکست

شیخ در عشقِ بتاں اسلام باخت
رشتہٗ تسبیح از زناں ساخت

پیر ہا پیر از بیاض مو شدند
سخرہ بہر کو دکان کو شدند

¹²⁷ نکتہ وروں کو صلائے عام دے اور انہیں رسول امیؑ کے علوم بے کنار کا پیغام پہنچا۔ وہ رسول امیؑ کی گفتگو ہوائے نفس کی آلائشوں سے پاک ہے اور ان کا بولنا ماغویؑ کی شرح و تفسیر ہے۔ تو ان کی لائی ہوئی کتاب کو بغل میں دبائے پھرتا ہے لیکن میدانِ عمل میں تو سبک رفتاری سے آگے نہیں بڑھتا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، در معنی ایں کہ جمیعت حقیقی محکمِ گرفتِ نصب العین ملیہ است، ص 139-140)

¹²⁸ انسانی فکر بت گر بھی ہے اور بت پرست بھی (یعنی مظاہر پرستی اور حس کی قیدی ہے) اور ہر زمانے میں وہ کسی نے پیکرِ حس پرستی کو قبول کر لیتی ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، در معنی ایں کہ جمیعت حقیقی محکمِ گرفتِ نصب العین ملیہ است، ص 140)

دل ز نقش لا الہ بیگانہ ای
 از صنم ہائے ہوس بتخانہ ای¹²⁹
 می شود ہر مودر ازے خر قہ پوش
 آہ از یں سوداگران دیں فروش
 بامریداں روز و شب اندر سفر
 از ضرورت ہائے ملت بے خبر
 دیدہ ہائے بے نور مثل نرگس اند
 سینہ ہا از دولتِ دل مفلس اند
 واعظاں ہم صوفیاں منصب پرست
 اعتبارِ ملت بیضا شکست¹³⁰

¹²⁹ ساقی دیرینہ نے بھی اپنا جام و سبوتوڑ دیا۔ مے خانہ حجاز کی شرابِ طہور کے رندانِ مست حال بھی شکست خوردہ ہیں۔ شیخ پاکباز نے بتوں کی چاہت میں اپنا اسلام برباد کر دیا ہے اور تسبیح کو زنا کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ پیرانِ طریقت سفید بالوں کی کرامت سے پیر بن گئے ہیں گویا چھوٹے بچوں کو بہلانے کے لیے کوئی مسخرے ہیں۔ دل لا الہ الا اللہ کے نقش سے عاری و بیگانہ ہے۔ ہوس کے بتوں سے آباد کوئی بت کدہ ہے۔ (اندرز میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی۔۔۔ مسلمانانِ ہندوستان رقم فرمودہ است، ص 69-70)

¹³⁰ ہر لمبے بالوں والا خر قہ پوش (اور صوفی) بن گیا ہے، افسوس ہے ان دین فروش کاروباریوں پر۔ (پیرانِ عظام) دن رات اپنے مریدوں کے ساتھ سفر میں رہتے ہیں اور ملتِ اسلامیہ کی ضرورت (اور زبوں حالی) سے بے خبر و فکر تہ۔ ان کی آنکھیں نرگس کی طرح روشنی (بصیرت و بصارت) سے محروم ہیں اور ان کے سینے دولتِ دل (درد مند) سے خالی تہ۔ واعظانِ کرام بھی صوفیوں کی طرح منصب پرست ہیں۔ انہوں نے بھی امتِ مسلمہ کے اعتبار کو برباد کیا تہ۔ (ہدایات فارسی، اسرار خودی، اندرز میر نجات نقشبند۔۔۔۔۔، ص 70)

جدید طبقہ

علم حق را در قفا انداختی	بہر نانے نقد دیں در باختی ¹³¹
مثل نے خود را از خود کردی تہی	بر نوائے دیگر اداں دل مے نہی
اے گدائے ریزہ از خوانِ غیر	جنس خود می جوئی از دکانِ غیر ¹³²
علم غیر آموختی اندوختی	روئے خویش از غارہ اش افروختی ¹³³
می شود در علم و فن صاحبِ نظر	از وجودِ خود نگر دد باخبر
بے نصیب آمد ز اولادِ غیور	جاں بہ تن چو مردہ در خاک گور
در دل شان آرزو ہائے ثبات	مردہ زاینند از بطونِ امہات
از حیا بے گانہ پیرانِ کہن	نوجواناں چو زناں مشغولِ تن

¹³¹ علم حق کو تو نے کوڑے میں پھینک دیا ہے۔ روٹی کے (ٹکڑوں کے) لیے تو نے دین کی قیمتی متاع برباد کر دی۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اندرز میر نجات نقشبند۔۔۔، ص 68)

¹³² بانسری کی طرح اپنے آپ کو اپنی خودی سے خود خالی کر دیا۔ اس لیے تو تیرا دل غیر کی آواز پہ مرتا ہے۔ اے غیروں کے دستِ خوان سے بچا کھچا اور ٹکڑے چنے والے بھکاری، تو اپنی جنس دوسروں کی دکان سے تلاش کرتا پھرتا ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اندرز میر نجات نقشبند۔۔۔، ص 69)

¹³³ تو نے غیروں کا علم سیکھا ہے اور زاہد راہ بنایا ہے۔ تو اپنے چہرے کی رونق دوسروں کے غارہ سے بڑھانا چاہتا ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اللہ الصمد، ص 160)

دخترانِ او بزلفِ خود اسیر
شوخی چشم و خود نما و خردہ گیر
ساختہ، پرداختہ، دل باختہ
ابروان مثل دو تیغِ آختہ¹³⁴
گرم رو در جستجویِ سرمہ
واقف از چشمِ سیاہِ خود نہ¹³⁵
بر دلِ خود نقشِ غیر انداختی
خاک بردی کیسیدر باختی¹³⁶
اے فلکِ مشتِ غبار کوئے تو
اے تماشا گاہِ عالم روئے تو

134 تو علم و فن میں صاحبِ نظر ہو گیا ہے لیکن اپنی ذات کی تجھے ابھی تک کچھ خبر نہیں ہے تو غیرت مندوں کی کم نصیب اولاد ہے۔ تیرا وجود قبر کی خاک میں پڑے مردوں کی طرح ہے ان کے دل میں ثبات کی آرزوئیں ہیں۔ ماں کے رحم سے مردوں نے جنم لیا ہے۔ بوڑھے حیا سے بیگانہ اور خالی ہیں، نوجوان لڑکیوں کی طرح اپنے بدن کی آرائش و زیبائش میں مگن ہیں۔ ان کی سیٹیاں اپنی زلفوں کی خود اسیر ہیں۔ شوخی چشمی، خود نمائی اور باریک بینی سے جسم کی زیبائش کرنے والی ہیں۔ تصنع کی ماری، رنگ و روغن سے لدی اور دل کی دولت سے عاری یہ سیٹیاں ہیں، جن کے ابرو بے نیام تلواروں کی طرح تنے رہتے ہیں۔ (کلیات فارسی، پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز اہور، 1975، حکمتِ فرعون، ص 15)

13. اپنی آنکھوں کے لیے سرمہ کی تلاش میں ماری ماری پھرتی ہیں۔ اپنی آنکھوں کے فطری حسنِ سیاہی سے آگاہ ہی نہیں ہیں (کہ انہیں سرمہ کی ضرورت ہی نہیں)۔ (کلیات فارسی، اندرز میر نجات نقشبند۔۔۔، ص 68)
13 اپنے دل میں غیروں کی نقش گری سے تزیین کر لی۔ سونا ضائع کر کے مٹی سنبھال لی۔ (کلیات فارسی، اللہ محمد، ص 61)

ہم چو موج، آتش تہ پامی روی

تو کجا بہر تماشای روی¹³⁷

مغربی تعلیم سے توقع؟

آب حیوان از دم خنجر طلب

از دھانِ اژدھا کوثر طلب

سنگِ اسود از در بتخانہ خواہ

نافہ مشک از سنگ دیوانہ خواہ¹³⁸

نکتہ 31: بسم اللہ الرحمن الرحیم

23 نومبر 53 (19) مرثیہ

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

عجب اتفاق ہے مہینوں بعد گیلانی سے استھانواں میلاد کی ایک مجلس میں شریک ہونے کے لیے کلا۔
استھانواں میں لاری سے اتر کر گاؤں میں جب داخل ہوا تو الفلاح لاہری کے سامنے تالاب پر جو راز

¹³⁷ یہ آسمان تیرے کوچے کی خاک کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ سارا جہان تیرے چہرے کی جانب نظر کرتا ہے (گوبال) مرکزِ نگاہ تو ہے۔ موجِ آب کی طرح کس طرف بے قرار ہو کر جاتا ہے۔ تو کس کی جانب بہر تماشا لپکتا ہے (جب کہ تیرا ذاتِ خود مرکز ہے) (کلیات فارسی، پیش کش بحضور ملتِ اسلامیہ، ص 81)

¹³⁸ خنجر کی تیز دھار سے آبِ حیات شوق سے مانگ اور اژدھاؤں کے منہ سے آبِ کوثر کی لذت مانگتا رہ۔ بت کدوئہ جا کے حجرِ اسود کی تلاش کرتا رہ۔ پاگل کتے سے مشکِ نافہ کی تمنا کرتا رہ۔ (کلیات فارسی، اندرز میر نجف نقشبند۔۔۔ ص 68) علامہ اقبالؒ کے اسرارِ خودی اور رموزِ خودی کے اشعار کی تفہیم کے لیے درج ذیل منظوم اردو ترجموں سے مدد لی گئی ہے: (اسرارِ خودی، مترجم: عبدالرشید فاضل، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1976ء)، (رموزِ خودی، نواب شادمانی، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1975ء)

ہے ایک صاحب شریف صورت آتے ہوئے معلوم ہوئے۔ سلام و کلام ہوا، بولے کہ رات دسبہ میں ریڈیو میں یہ خبر سنی گئی کہ مولانا سید سلیمان ندوی کا انتقال ہو گیا۔ دل پر سخت چوٹ پڑی، چند مصرعے دماغ میں گھومنے لگے۔ جواب نظم کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ دھو ہذا

اے سلیمان! آہ پیغمبر کا وہ سیرت نگار	جس پہ نازاں ہند تھا اور فخر کرتا تھا بہار
آج محفل علم کی افسوس سونی ہو گئی	دین و دانش کے چمن کی لٹ گئی گویا بہار
اب کرے گا کون ہم میں دین کے اسرار کو	کاوش تحقیق کی صیقل گری سے آشکار
خدمت بے مزد کرتا ہے کون اسلام کی	کس پہ ہو گا مفت کے اس عشق کا سودا سوار
ذوق علمی کے تیرے عربی زبان ممنون ہے	ندوے کی تعلیم کا مانا گیا تو شاہکار
خندہ زن یورپ تھا قرآنی قصص پر جہل سے	تیرے خامہ نے بتایا ان کا تاریخی وقار
ہند اور تاریخ اسلامی کے اسرار و رموز	سو رہو تم بھی جہاں سویا تھا تمہارا رازدار
حوصلہ افزائیاں تیری، خدا بخشے تجھے	کتنے ناکارے بنے ان کی بدولت اہل کار
چاک پردوں کو کرے گا کون استشراف کے	خود اسی کو اس کی چالوں پر کرے گا شرمسار ¹³⁹
اپنی تحریروں میں خود میری نظر تجھ پر رہی	رائے کا تیری، رہا دل کو ہمیشہ انتظار
آج ہیں مہوت تیری راہ کے سارے رفیق	گم وہی ہے ان میں جو تھا سب سے بہتر شہسوار

¹³⁹ یہ مصرعہ اس طرح بھی لکھا ہے "اس کی چالوں پر کرے گا خود اسی کو شرمسار"

کھوئے کھوئے آج کل ہیں جوش بھی اور ہوش بھی¹⁴⁰ حضرت امجد بھی چپ ہیں اور جگر بھی دل ڈگار¹⁴¹
 خلق تیرا، حلم تیرا، تیرا شرمیلا مزاج یاد میں ان کی رہیں گی اپنی آنکھیں اشک بار
 فتنہ ہائے نو بہ نو سے ہو گیا آزاد تو بے قراری میں یہی اک چیز ہے وجہ قرار
 جن کے تو قابل نہ تھا، ان سے ملی تجھ کو نجات وہ بھی ہلکے ہو گئے جن کے دلوں کا تھا توبہ بار
 اہل دنیا اب نہ آئیں گے ستانے کے لیے ایک ہی مسئلہ کو پوچھیں گے نہ تجھ سے بار بار
 یہاں چاہیں گے نہ تجھ سے اب صحافت کے سفیر وقت کو ضائع کرے گی اب نہ پبلک کی پکار
 کام کیا ہے اب خدا والوں کا ایسے عہد میں خود نمائی، خود فروشی کی ہو جب دنیا شکار
 پیری و بیماری میں اللہ رے چستی بڑی جست اک ایسی لگائی ہو گیا دنیا سے پار
 بس گئے ہوں جس کے دل میں رحمۃ للعالمین گود میں اس کو نہ کیوں لے رحمت پروردگار

¹⁴⁰ مولانا نے اس مصرعہ میں جوش کے اوپر نمبر لگا کر حاشیہ کی صورت میں لکھا ہے کہ "اردو کے شاہانِ سخن سے مرحوم کے خاص تعلقات تھے"۔ اس مصرعہ میں جوش سے مراد معروف شاعر جناب جوش ملیح آبادی ہیں۔

¹⁴¹ حضرت امجد سے مراد اس وقت کے معروف شاعر امجد حیدر آبادی ہیں۔ 1878ء میں پیدا ہوئے۔ اردو اور فارسی میں رباعیاں کثرت سے لکھیں۔ 1908ء میں حیدر آباد دکن کے دریائے موسیٰ میں آنے والے سیلاب میں امجد حیدر آبادی کی والدہ، اہلیہ اور بیٹی ڈوب کر جان بحق ہوئیں اور یہ اکیلے ایک درخت کی شاخ پر لٹکنے کی وجہ سے بچ گئے۔ ان کی رباعیوں میں اس اندوہناک سانحے کی وجہ سے آنسوؤں کا ارتعاش محسوس ہوتا ہے۔ 1961ء میں انتقال ہوا۔ جگر سے مراد معروف شاعر جناب جگر مراد آبادی ہیں۔

مصطفیٰ تیرے شفیع اور رب تیرا آمر و زگار
جانشینی اور خلافت کا تھا حاصل افتخار
آ رہے ہیں آگے پیچھے تیرے سب احباب و یار
اپنے تصنیفی ادارے کی تماشا کر بہار
بعد میں تیرے پشت پر اپنی اٹھائے تیرا بار
دل بھی اور آنکھیں بھی ان کی آج ہیں خونابہ بار

دل بھی کہتا ہے کہ تو مرحوم ہے مغفور ہے
ہے یہی کافی کہ تجھ کو تھانوی دربار سے
گرچہ تو تنہا گیا ہے پر دلاتا ہوں یقین
ہے جسد مدفون تو کیا روح تو آزاد ہے
قافلہ سارا اب بھی غم زدہ مسعود ہے¹⁴²
رور ہے ہیں منہ چھپائے مولوی عبدالسلام¹⁴³

¹⁴² مولانا مسعود علی ندوی کی پیدائش 1889ء میں بھیارہ ضلع بارہ بنکی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، 1904ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا، 1913ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ علامہ شبلی کی وفات کے بعد کئی مہینے تنہا اعظم گڑھ میں مقیم رہے اور دارالمصنفین کے ابتدائی مراحل اور انتظامات مکمل کیے۔ دارالمصنفین کے ابتدائی پانچ ارکان میں مولانا کا نام شامل تھا، کانگرس، مجلس خلافت اور جمیعۃ العلماء کے جلسوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے، مکاتیب شبلی میں مولانا مسعود ندوی کے نام 33 خطوط ہیں، اس سے علامہ شبلی کے ان سے تعلق کی نوعیت کا علم ہوتا ہے، 27 اگست 1967ء میں وفات پائی۔ اپنے استاد علامہ شبلی کے سرہانے دارالمصنفین میں مدفون ہیں۔

¹⁴³ مولانا عبدالسلام ندویؒ اعظم گڑھ کے موضع علاء الدین پٹی میں 16 فروری 1883ء بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی پھر کانپور، آگرہ اور مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور سے تعلیمی تشنگی جمائی۔ اس کے بعد 1906ء میں 23 سال کی عمر میں دارالعلوم ندوۃ العلماء درجہ پنجم میں داخلہ لیا۔ اس زمانہ میں رسالہ "الندوۃ" علامہ شبلی کی ادارت میں بڑی آب و تاب کے ساتھ نکل رہا تھا۔ داخلہ کے ساتھ ہی مولانا نے "تناخ" پر مضمون لکھا۔ مولانا شبلی نے تعریفی نوٹ کے ساتھ مضمون شائع کیا۔ 1909ء میں تکمیل ادب میں داخل

شاہ مولانا معین الدین احمد کو بھی دیکھ ¹⁴⁴ چاک ہے جن کا گریبان اور دامن تار تار
اور عزیز خاص تیرا ف صبح الدین غریب ¹⁴⁵ تیرے ہی در پر پڑا ہے خستہ و زار و زار

ہوئے۔ 1910ء میں فراغت کے بعد وہیں عربی ادب کے استاد مقرر ہوئے۔ مولانا کی تصنیفی زندگی پچاس سال پر محیط ہے۔ انہوں نے دو درجن سے زیادہ کتابیں اور کئی سو صفحات پر مشتمل خطابات و مقالات تحریر کیے۔ ان کی پہلی باقاعدہ کتاب سیرت عمر بن عبد العزیز ہے۔ اس کے علاوہ اسوۂ صحابہؓ، اسوۂ صحابیاتؓ، اقبال کامل، امام رازی وغیرہم معروف ہیں۔ 4 اکتوبر 1956ء میں انتقال ہوا اور اپنے استاد مولانا شبلی کے سرہانے مدفون ہیں۔

¹⁴⁴ 1903ء میں رُودولی، ضلع فیض آباد، اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے نانا شرف الدین احمد کے زیر نگرانی ہوئی۔ عربی و فارسی انہی سے پڑھی۔ پھر فرنگی محل کے دارالعلوم میں داخل ہوئے۔ متوسطات تک کی تعلیم یہاں حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے۔ وہاں مولانا شبلی نعمانی سے بھی تلمذ ہوا۔ صلاحیتوں کے باعث وہاں نمایاں رہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ان کو چن لیا۔ 1924ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ کے رفیق بنے۔ 1950ء مولانا سید سلیمان ندوی کے پاکستان آنے کے بعد دارالمصنفین کے شعبہ علمی کے ناظم بنے۔ نصف صدی دارالمصنفین سے متعلق رہے۔ 1970ء میں حکومت ہند کی طرف سے انہیں صدر جمہوریہ ایوارڈ برائے عربی خدمات دیا گیا۔ 13 دسمبر 1974ء بروز جمعہ انتقال ہوا۔ وصیت کے مطابق رُودولی میں آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ درجن سے زائد کتب اور سینکڑوں مقالات تحریر فرمائے۔

¹⁴⁵ سید صباح الدین نام تھا اور عبد الرحمن کا قلمی و ادبی نام اختیار کیا۔ دسہ صوبہ بہار میں 1911ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا آپ کی پیدائش سے دو ماہ پہلے انتقال ہو گیا اور عمر کے ساتویں برس والدہ بھی فوت ہو گئیں۔ نانا نانی نے پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم دیسہ میں حاصل کی۔ آپ نے خاندان کی ریت کے مطابق انگریزی تعلیم حاصل کی۔ 1920ء میں محمدن اینکلو سکول پٹنہ میں داخل ہوئے اور اس کے بعد کالج کے تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے پٹنہ یونیورسٹی سے اے اے اردو و فارسی کیا۔ 1935ء میں سید سلیمان ندوی نے ان کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے اپنے پاس دارالمصنفین

ہوتا اعظم گڑھ میں یا دسنہ میں تیرا مزار

ہیں جہاں تھامے کلیجے تیرے کچھ یارانِ غار¹⁴⁶

ایک گیلانی میں بھی ہے آرزوؤں کا مزار¹⁴⁷

حق کی مرضی تھی وگرنہ یہ تمنا تھی مری

راہ میں آئے گا لکھنو اور دریاباد بھی

ہو کبھی دسنہ جو آنا تو رہے اس کا خیال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکتہ 32:

ترانہ حمد

مجھے آنکھ تو نے بخشی، مجھے کان تو نے بخشا

یہ زبان تو نے بخشی، اسے پھر بیان بخشا

مجھے جان تو نے بخشی، مجھے آن بان بخشا

مجھے تو نے عقل بخشی، مجھے تو نے گیان بخشا

یہ زمین تو نے بخشی، مجھے آسمان بخشا¹⁴⁸

یا۔ 1974ء میں مولانا شاہ معین الدین ندوی کی وفات کے بعد دار لمصنفین کے ناظم بنے۔ نومبر 1987ء میں انتقال

ہوا۔

¹⁴⁶ مولانا نے خود یہاں نشان لگائے حاشیہ میں لکھا ہے یعنی مولانا عبد الباری، ڈاکٹر عبد العلی لکھنو میں اور مولانا عبد

مجدد دریاباد میں۔

¹⁴⁷ دوسرے مصرعہ کے "ایک گیلانی میں بھی ہے" کے متبادل کے طور پر شعر کے نیچے مولانا نے یہ بھی لکھا ہے "کوئی

گیلانی میں بھی تھا" یہ مرثیہ ماہنامہ ریاض کراچی "سلیمان نمبر" مارچ 1954ء میں شائع ہوا (مجموعہ خطوط

گیلانی، ص 368-369)

¹⁴⁸ مولانا گیلانی کے اشعار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکتہ 33:

ہندی مسلمان بھارت میں

وہ وطن کی زمین کس کو پیاری نہیں ہے	خدا کی زمیں ہے تمہاری نہیں ہے
جیو گے، اگر جینے دو گے سبھی کو ¹⁴⁹	کسی کی یہاں ٹھیکہ داری نہیں ہے
جو اس کا ہے حق وہ وہی چاہتا ہے ¹⁵⁰	کسی در کا مسلم بھکاری نہیں ہے
ہوا جس سے پیدا اسی پر ہے پھولا	کسی پر بھی یہ پھول بھاری نہیں ہے
وہ کھاتا کمائی ہے عرقِ جبیں کی	کسی کام، پیشے سے عاری نہیں ہے
خبر ظلم لے اپنے ایوان کی	کوئی طالب پاسداری نہیں ہے
توازن رہے عقل اور جوش میں	حکومت ہے یہ بادہ خواری نہیں ہے
لیا ہے تو دینا پڑے گا بھی تم کو ¹⁵¹	نفع بازی اور سود خواری نہیں ہے ¹⁵²

¹⁴⁹ مولانا نے اس مصرعہ کو پہلے اس طرح لکھا ہے "جو زندہ رکھو گے تو زندہ رہو گے" پھر اس کو کاٹ دیا ہے اور اس

طرح لکھا ہے "اگر جینے دو گے تو خود بھی جیو گے" اور تیسری طرح جو لکھا ہے وہ اوپر متن ہم نے نقل کیا ہے۔

¹⁵⁰ جو اس کا ہے حق میں "حق" کی جگہ "بس" بھی لکھا ہے شعر کے نیچے

¹⁵¹ یہ مصرعہ اس طرح بھی لکھا ہے۔ جو لو گے تو دینا بھی تم کو پڑے گا۔

¹⁵² اس مصرعہ سے پہلے "جو اور یہ" لکھا ہے یعنی "نفع بازی" کی جگہ۔

چھپھوری ہی باتوں سے ہاری نہیں ہے
 وہ شمشیر و خنجر، کٹاری نہیں ہے
 تو پھر کیوں وہ بادِ بہاری نہیں ہے ¹⁵³
 کسی کی مگر وہ سواری نہیں ہے
 وہ ہودج، کجاوہ، کماری نہیں ہے
 زباں پر فغاں، آہ و زاری نہیں ہے
 جنوں اس کا اس پر طاری نہیں ہے
 کسی کے دوپٹے کا دھاری نہیں ہے
 خدا کے یہاں جنبہ داری نہیں ہے ¹⁵⁶

ہر اک جیتنے والی امت یہاں
 دیے اس کے تاریخ میں پہچان ہیں
 ہر اہو گیا وہ چمن جس سے گزرا
 وفادار کا وہ وفادار ہے
 وہ چلتا ہے چال اپنی، اپنے قدم پر
 مصائب کو وہ جھیلتا ہے سکوں سے ¹⁵⁴
 اسی وقت تک یہ ہوسناکیاں ہیں ¹⁵⁵
 وگرنہ وہ دھارا ہے طوفان کا
 مٹانے کی نیت مٹائے گی تم کو

¹⁵³ یہ مصرعہ بھی دو طرح لکھا ہے پہلا لکھ کے کاٹا ہے، غیر واضح ہے۔
¹⁵⁴ اس مصرعہ کو اس طرح بھی لکھا ہے "وہ کربوں کو جھیلے چلا جاتا ہے"
¹⁵⁵ اس مصرعہ کو اس طرح بھی لکھا ہے "یہی وقت دینے کا اس کے ہے جب تک"
¹⁵⁶ یہ مصرعہ یوں بھی لکھا ہے "کسی کی یہاں ٹھیکہ داری نہیں ہے۔"

نکتہ 34:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ یوسف علیہ السلام

کے متعلق بعض فتوحات گیلانیہ

(1) وَمَا أَكْثَرَ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ¹⁵⁷ سے یہ مطلب کہ دنیا کی اکثریت ایمان نہ لائے گی، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے لیکن سو (100) آدمی ہوں اور سفر میں ان میں سے 90 آدمی روانہ ہوں یا کسی دسترخوان پر 90 آدمی کھانا کھالیں اور دس (10) آدمی باقی رہ جائیں تو اردو میں بھی کہتے ہیں کہ بہت سے آدمی سفر سے یا کھانے سے رہ گئے۔ پس مطلب "بہت سے" کا یہ ہوتا ہے کہ ایک دو نہیں بلکہ سفر سے یا کھانے سے رہ جانے والوں کی تعداد بھی کافی ہے۔ یہاں اکثر الناس سے ان شاء اللہ ہی مراد ہے۔¹⁵⁸

¹⁵⁷ اور لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی اگرچہ آپ ان کے مومن ہونے کے بہت آرزو مند ہوں۔ (یوسف: 103)

¹⁵⁸ مولانا کے بیان کردہ نکتہ کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مِنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمِنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ (الحج: 18) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ گزاری کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا "وَكثِيرٌ مِنَ النَّاسِ" اور جو روگردانی کے باعث عذاب کا شکار ہوں گے ان کے بارے میں بھی کہا گیا "وَكثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ" دونوں کے لیے کثیر کا لفظ استعمال ہوا ہے تو معنی تبھی درست ہو سکتے ہیں جب مولانا گیلانی کے بیان کردہ

(2) "اسوہ محمدیہ" کو پیش کرتے ہوئے "ہذا" کا اشارہ قصہ یوسفؑ کی طرف معلوم ہوتا ہے یعنی السراء والضراء سے گزری ہوئی زندگی اور ہر حال میں اللہ کی دعوت یہی مسلک محمدی ہے۔¹⁵⁹

(3) حوادثِ کائنات سے ناگواری اور بات ہے اور ان کا غلط ہونا دوسری بات۔ الضراء سے ناگواری نہ ہو تو صبر کا مقام کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ ناگواری سے تاثر اس حد تک بھی ترقی کر کے پہنچ سکتا ہے کہ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ¹⁶⁰ کی حالت تک پہنچ گئے لیکن غلط اس لیے نہیں ہے کہ غلطی کی دو وجہ ہو سکتی ہے یا مانا جائے کہ حق تعالیٰ سے غلطی ہوئی۔ "سبحان اللہ" سے اس کی تردید مقصود ہے یا خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر غلطی کا الزام اس کے سر تھوپا جائے "وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ"¹⁶¹ سے اس کی تردید ہوئی۔

(4) ناگوار حالات یا الضراء میں ابتلاء کی یہ حد ہے کہ "إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا"¹⁶² کے مقام تک آجاتے ہیں لیکن پھر بھی چونکہ "سُبْحَانَ اللَّهِ وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ" ان کا مقام ہوتا ہے اس لیے "ما یوسی تام" میں وہ کبھی مبتلا نہیں ہوتے کہ "یاس تام" جیسا کہ اسی سورۃ میں ہے

"بہت سے" کی تعبیر کو تسلیم کیا جائے کیونکہ عقلاً ناممکن ہے کہ مؤمنین اور معذبین بیک وقت ایک دوسرے کے مقابلے میں کثیر ہوں اور کوئی بھی قلیل نہ ہو۔

¹⁵⁹ سورۃ یوسف میں اسوہ محمدیہ کو جس جگہ پر پیش کیا گیا وہ آیت قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعْنِي (یوسف: 108) ہے۔ مولانا نے "ہذا" لکھا ہے۔ یہ تسامح ہے "ہذہ" ہونا چاہیے۔

¹⁶⁰ یوسف: 84، ترجمہ: اس کی آنکھیں شدتِ غم میں رو رو کر سفید ہو گئیں اور وہ ہر وقت کڑھن میں رہتے تھے۔

¹⁶¹ یوسف: 108

¹⁶² یوسف: 110، ترجمہ: یہاں تک کہ رسول مایوس ہو گئے اور انہیں اس گمان نے گھیر لیا کہ وہ جھٹلا دیے گئے۔

کفر ہے ¹⁶³ انبیاء کی ذات جس سے بری ہے پس ان کی یہ مایوسی فطرتِ انسانی کی وہ کیفیت ہے جو اسباب کی بندشوں میں بندھی ہوتی ہے۔

(5) وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ¹⁶⁴ کا یہی مطلب ہے کہ ایمان کا صحیح اقتضاء پورا نہیں ہوتا۔

"الضراء" میں خدا کی طرف نقص کو منسوب کرنے کی جسارت نہیں ہوتی تو غیر اللہ پر اس کی ذمہ داری عائد کر دی جاتی ہے۔ ¹⁶⁵

¹⁶³ لَا تَأْتِيَنَّهُمْ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (یوسف: 87) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر جو کافروں کے طبقہ سے ہیں۔

¹⁶⁴ یوسف: 106، مولانا کو لکھنے میں تسامح ہوا ہے۔ مولانا نے "باللہ" کی جگہ "الناس" لکھا ہے۔

¹⁶⁵ یہ بات اعتقادِ انبیاء و صلحاء اور عامۃ الناس سب سمجھتے اور جانتے ہیں کہ خالق خیر و شر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اگر اللہ تعالیٰ کسی کے لیے ضرر کا ارادہ فرمائیں تو اس ضرر کو دور کرنے والا ان کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور اگر کسی کو خیر عطا کرنا چاہیں تو وہ ہر چیز پر قادر ہے) پر سب کا ایمان ہے لیکن جہاں تک "الضراء" یا "شر" کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ہے تو قرآن مجید کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ انبیاء ضرر اور شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ادباً نہیں کرتے اور اس کو شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں اسی سورۃ یوسف میں جناب یوسفؑ اس معاملہ کو جو ان کے بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا، شیطان کی طرف منسوب کیا اَنْ تَرَعَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف کی وجہ شیطان کو قرار دیا اَيُّوبُ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ (ص: 41) موسیٰ کے شاگرد نے مچھلی کے زندہ ہو کر سمندر میں چلے جانے کی بات کا ذکر بھول جانے پر فرمایا وَمَا اَنْسَانِيَهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اُذْكَرَهُ (الکھف: 63)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکتہ 35:

سورۃ یوسف "ضرورت نبوت"

پچاس سال سے قرآن کی تلاوت کا سلسلہ جاری ہے۔ آج 20 جون 1949ء میں بہ مقام گیلانی صبح کی تلاوت میں سورۃ یوسف پڑھ رہا تھا محسوس ہوا کہ "نبوت کی ضرورت کو ایک خاص پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی دنیا کے قصے میں جب واقعات کا صحیح علم حس اور عقل سے نہیں ہو سکتا۔ ستاروں اور شمس و قمر کے سجدے کا کیا مطلب؟¹⁶⁶ جس بچے کو غِیَابَةُ الْجُبِّ¹⁶⁷ میں پھینکا جا رہا ہے وہ ملک مصر کا مختار کل ہو جائے گا؟¹⁶⁸ عالم مثال کے تمثیلات "بقرات سبع" "سنبلات سبع"، سمان و عجاف و خضر و یابسات¹⁶⁹ کے کیا نتائج ہیں۔ اسی طرح رجلان اللذان دخلا معه فی السجن کے رویا کے

¹⁶⁶ یوسف کے خواب کی طرف اشارہ ہے "إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ (یوسف: 4)

¹⁶⁷ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابَةِ الْجُبِّ (یوسف: 15) وہ سب یوسف کو ساتھ لے گئے اور انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ ان کو کنوئیں کی تاریکی میں پھینک دیں گے۔

¹⁶⁸ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْكُمْ وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ (یوسف: 55-56) یوسف نے کہا مجھے خزان مملکت کا نگران اعلیٰ مقرر کر دے بیشک میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار عطا کر دیا۔

¹⁶⁹ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعُ عِجَافٍ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خَضِرٍ وَأَخْضَرٍ يَابِسَاتٍ (یوسف: 46) اے یوسف آپ صاحب صدق ہیں ہمیں خواب کی تعبیر بتادیں کہ سات گائے ہیں موٹی تازی اور ان کو سات دبلی لاغر گائے کھا رہی ہیں اور سات سبز و شاداب بالیاں ہیں اور سات بالیاں ہیں جو خشک اور خزاں رسیدہ ہیں۔

نتائج¹⁷⁰ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ¹⁷¹ أَغْلَمَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ¹⁷² پیغمبر کے اس دعویٰ پر نبوت کی بنیاد قائم ہے۔ بہر حال جب دنیا کے حوادث میں آدمی کی عقل صحیح نتائج تک نہیں پہنچ سکتی تو الشہادۃ والغیب کے تعلقات اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

نکتہ 36:

نسل آشوب

بھری جاتی ہے دنیا آج ناہنجار لڑکوں سے
سفیہ و بے حیا، گستاخ، ناہموار لڑکوں سے
خفیف العقل، بد کردار، مادر بار لڑکوں سے
خدا بیزار لڑکوں سے، پدر آزار لڑکوں سے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ پھر انجام کیا ہوگا؟

مسلمانوں کی ایسی نسل کا اسلام کیا ہوگا؟

¹⁷⁰ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْرًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبَثًا بَئِذَا بَلَغَ الْإِنْسَانُ أَلَّا نَرَكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (يوسف: 36) ان کے ساتھ دو نوجوان قید خانے میں آئے ایک نے ان سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب کشید کرتا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے سر پر روٹیاں ہیں اس میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔

¹⁷¹ يوسف: 76 ہر علم والے کے اوپر ایک حامل علم ہوتا ہے۔

¹⁷² يوسف: 86

نکتہ 37:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈھونڈو ایسا پاکستان

پاک مکین اور پاک مکان

پاک خیال اور پاک گمان

پاک ہو جس کی ہر ہر شان

پاک ہو دل اور پاک زبان

رہنے والے ہوں انسان

سارے جہاں کی خاک تو چھان

لیکن اس کا نہیں امکان

سچ کہتا ہوں تو میری مان

کابل جا تو یا ایران

حاصل ہو گا اطمینان

اصل حقیقت کو پہچان

فیہا کل شیء فان

بھائی کیوں ہے تو حیران

آنکھیں کھول اور کھول تو کان

خالق کا ہے یہ فرمان

جھوٹی آس اور جھوٹا دھیان

انسان کا دشمن خود انسان

کیسا امن کہاں کا امان

دنیا میں بنا ہے اکثر جان

پاک رہا کب پاکستان¹⁷³

نکتہ 38: سفر کے سامان کی فہرست

برائے بیرک

ٹرنک بڑا سرخ ساتھ رہنے کا سامان

ٹرنک بڑا کچھ کم سرخ پیٹی¹⁷⁴

ٹرنک منجھلا سبز ناشتہ دانی

¹⁷³ اس بیاض کے چار صفحات پر اس نظم کے اشعار تحریر ہیں۔ چونکہ یہ بیاض ہے کوئی تصنیف نہیں اس لیے ان چار صفحات پر ادھورے مصرعے، مصرعوں کا تکرار، ایک ہی مصرعہ کو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ کئی بار لکھنے کی کوشش اور نامکمل بند موجود ہیں۔ ہم نے متن میں وہ بند نقل کیے ہیں جو مکمل ہیں، ذیل میں نامکمل بند اور اشعار اور قلم زد اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

- 1۔ مولانا نے یہ لکھ کر کاٹا ہے: کب تھا جہاں میں امن و امان
کرتی ہے تاریخ بیان قحط و باد یا طوفان
کب نہیں چمکی تیغ و سنان کب نہیں نکلے تیر کمان
 - 2۔ برہم کب نہ ہوا ہے امن و امان / کھو کر دنیا امن و امان
 - 3۔ ایسا مکان یا ایسا زمان ہونہ خسارہ اور تاوان
خوش بیوپاری خوش ہو کسان
 - 4۔ موت سے آزادی کا فرمان
- ¹⁷⁴ قرین تحریر سے پیٹی لگتا ہے اور بتی (چراغ) بھی ہو سکتا ہے۔

مشین	ٹرنک خوردک
صندوق ¹⁷⁵	ٹن کا بکس
تیل دانی	چمڑے کا بکس
بیگ خورد دستی	بورا
پٹی دستی	المونیا کا ڈبہ بڑا
بستر کلاں دو عدد	
بسترک خورد دو عدد	
بستر ¹⁷⁶	
مرتبان سنگی	
المونیا ¹⁷⁷	

¹⁷⁵ صندوق کے شروع میں جو لفظ لکھا ہے اگر اس کو "چرمی" پڑھا جائے تو پھر یہ چرمی صندوق ہو گا یعنی چمڑے کا صندوق لیکن یہ لفظ قرین تحریر نہیں لگتا۔ اب یہاں کسی علاقے کا نام بھی ممکن نہیں جو کہ "برمی" ہو سکتا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں "پشاور" جو "یا اسی طرح دیگر شہروں سے منسوب چیزیں معروف ہیں۔

¹⁷⁶ بستر کے آگے کچھ لکھا ہے جو پڑھا نہیں جاسکا۔

¹⁷⁷ المونیا سے پہلے کوئی لفظ لکھا ہے جو پڑھا نہیں جاسکا۔

یہ عجیب بات ہے کہ زندگی میں پہلی دفعہ سفر کے سامان کی فہرست اس کاپی میں لکھی گئی اور ایک الگ کاغذ میں بھی، لیکن مقدر غالب آیا اور ایک ٹرنک غالباً شیخپورہ¹⁷⁸ اسٹیشن پر کلیوں¹⁷⁹ کی سازش سے غائب ہو گیا۔ حق منعام و منفضال کا شکر ہے کہ اس میں زیادہ قیمتی چیز نہ تھی۔ تاہم گھر کے کپڑے نئے پرانے تھے جن کا ان¹⁸⁰ کو سخت صدمہ ہوا۔ سفر کے متعلق ارشادِ ربانی ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ¹⁸¹ الحمد للہ کہ صباریت و شکوریت دونوں مقاموں کے تجربہ کا موقع میسر آیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکتہ 39:

سورة الحديد

"السموات والارض" خالق کی پاکی بیان کرتے ہیں کہ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے یہ نظام پاک ہے¹⁸² اس میں جو ناگواریاں پیدا ہوتی ہیں اس کی بظاہر دو وجہ اس سورہ میں بیان کی گئی ہیں۔ الاموال پر استخلاfi اقتدار بنی آدم کو جو بخشا گیا ہے اس اقتدار کا غلط استعمال، دوسروں تک پہنچانے کی جگہ ان کو سمیٹنے کی دھن میں آدمی لگ گیا۔ بظاہر معمولی بات ہے لیکن سارا نظام درہم برہم ہو گیا¹⁸³ یہ تفاخر و تکاثر کے

¹⁷⁸ صوبہ بہار کا ضلع ہے۔ 689 مربع کلومیٹر رقبہ کا حامل یہ شہر تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے۔

¹⁷⁹ مولانا نے کلیوں لکھا ہے اب یہ لفظ کلیوں لکھا جاتا ہے۔

¹⁸⁰ اہلیہ محترمہ کو

¹⁸¹ لقمان: 31، الشوریٰ: 33

¹⁸² سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِیْمُ (الحدید: 1)

¹⁸³ الحديد کی آیات 2 تا 21 سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے۔

جذبات سے پیدا ہوا اور دوسری چیز رہبانیت ہے ¹⁸⁴ یورپ پہلے رہبانیت کا داعی تھا اور اس کے بعد بخل و سرمایہ داری کا تاکہ اقوام کے مقابلے مختال و فحور بننے کا موقع ملے حق تعالیٰ نے انبیاء و رسل سے بھی مدد کی ¹⁸⁵ اور بدی کو مٹانے کے لیے جنگ اور اسلحہ کی تدبیر سکھائی ¹⁸⁶ اصلاحِ عالم کی یہی شکل ہے کہ سرمایہ داری اور رہبانیت کو مٹا کر صالح نظام پیدا کرنا مقصود ہے لیکن اس نقطہ نظر کے ساتھ کہ زندگی کا موجودہ دور نصب العین نہیں ہے۔

نکتہ 40:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

5 اپریل 1949ء کو بالاخر حیدر آباد دکن سے آخری دفعہ خروج بالصدق کی نعمت میسر آئی۔ آج سے تیس سال پہلے اسی مالک کے حکم سے اس شہر میں دخول بالصدق میسر آیا تھا اور اسی کے حکم سے اب خروج بھی بالصدق آسان کیا گیا ¹⁸⁷ سفر میں جو کچھ سامان تھا اس کی فہرست لکھ لی گئی تھی۔ شکر ہے سب سامان بجز ایک ٹرنک کے گیلانی صحیح و سلامت شکل میں پہنچ گیا اور اب گیلانی میں *وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ*

¹⁸⁴ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (الحديد: 27)

¹⁸⁵ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِزُلَيْنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ - (الحديد: 26، 27)

¹⁸⁶ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحديد: 25)

¹⁸⁷ رَبِّ أَذْجَلْنِي مَدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مَخْرَجَ صِدْقٍ (الاسراء: 80)

سُلْطَانًا نَّصِيرًا¹⁸⁸ کو مقام بنا کر اس دیہات میں اقامت گزریں ہوں۔ وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ مَّاذَا
تَكْسِبُ غَدًا¹⁸⁹

نکتہ 41:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الدھر

فطرتِ انسانی کی ارتقائی رفتار لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا¹⁹⁰ سے اس کا آغاز، نطفہ سے تولید¹⁹¹ آگے خیر، شر کا احساس (جذبہ امانت پر تنبیہ) اسی احساس کے لیے وحی کا پانی اناہدیناہ السبیل¹⁹² کافر تو ٹھہر کر رہ جاتے ہیں انہی زنجیروں میں جکڑے جو کفر کی سزا ہے، حسی و عقلی معلومات میں پھڑپھڑا کر مرتے

¹⁸⁸ ایضاً۔ اپنی بارگاہ میں سے میرے لیے مضبوط مددگار عنایت کر۔

¹⁸⁹ آیت میں مادرِی کی بجائے غلطی سے لاتدری لکھا ہے۔ اس تحریر کے بعد بیاض کے اگلے صفحہ پر صرف یہ لکھا ہے "سید اقبال، سید احسن اقبال گیلانی براہ کرم کلمہ پڑھیے"۔

¹⁹⁰ هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا (الدھر: 1) کیا انسان پر ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ قابل ذکر چیز تھا ہی نہیں۔

¹⁹¹ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ (الدھر: 2) ہم نے انسان کو مرد و زن کے نطفہ کے امتزاج سے تخلیق کیا۔

¹⁹² إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا (الدھر: 3) ہم نے اسے راہِ ہدایت کا شعور ودیعت کیا اب چاہے شکر گزار بندہ بنے یا نافرمان۔

رہتے ہیں مگر جو الابرار ہیں، ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنے والے ہیں، تو ارتقائی رفتار میں ترقی کر کے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں کہ عین کی تفجیر کرتے ہیں¹⁹³ ہر ایک سے توجہ کو توڑ کر ڈھلک جاتے ہیں استغراق میں۔ "کافور" بھی لوگ اکوابِ دانیہ مختلف پیمانوں کے ڈھالیں گے¹⁹⁴ کن فیکونی قوت کا ظہور، ایسے عناصر کی تخلیق جس کی نظیر، نظائر کی مرکب دنیا میں نہیں ہے۔ قواریر من فضة¹⁹⁵ آگے پھران کی رفتار سلسبیل کے رنگ میں ہوگی۔ ہر سوچ کے بعد نئی سوچ، نعیم و ملک کبیر¹⁹⁶ صرف دیکھنے سے سامنے آئے گا۔ تدبیر ارتقاء کی وہی ہے کہ فاصبر لحکم ربک¹⁹⁷ کی تعمیل کی جائے اور ٹھہرے جکڑے کافروں کی نہ سنی جائے¹⁹⁸ بکرة واصیلا ذکر رب میں استغراق ہو، سجدہ و تسبیح میں رات گزرے¹⁹⁹ الغرض "الکافور" کے بعد "طہور" کا ظہور ہوگا۔ جس میں کسی قسم کی آلودگی نہ ہوگی "ر حیق مختوم"۔ الکافور: بوجہ برودت کے انجمادی حالت؛ انسانی فطرت کے ادنیٰ مطالبات کی

¹⁹³ غَيَا يُشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَ نَهَا تَفْجِيرًا (الدھر: 6)

¹⁹⁴ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِثَانِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ (الدھر: 14-15)

¹⁹⁵ الدھر: 16، چاندی کے آب گینے

¹⁹⁶ وَإِذْ أَرَأَيْتُمْ رَأَيْتُمْ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا (الدھر: 20)

¹⁹⁷ الدھر: 24

¹⁹⁸ وَلَا تَطْعَمُ مِنْهُمْ أَثْمًا وَكَفُورًا (الدھر: 24)

¹⁹⁹ الدھر: 25-26

تکمیل۔ زنجبیل: گرمی، سیلان و وسعتِ نظر انسانی فطرت کے جمالی و جاہی مطالبات۔ شراباً طہوراً: وسقاہم ربہم شراباً طہوراً²⁰⁰ یہ آخری جستجو فطرتِ انسانی کی ہے۔

نکتہ 42:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(12 اپریل 1949، حیدر آباد دکن)

سورۃ الجن سے متعلق بعض خطرات

مشکوٰۃ نبوت کے علوم و معارف عقلی و سوسوں اور ذہنی گورکھ دھندوں سے پاک و صاف ہوتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہی ہے اسی لیے عند الوحی "النبی" کے ذاتی احساسات پر تھوڑی دیر کے لیے گو نہ سکتے ساٹاری ہوتا ہے اس وقت وہ انفعال مطلق ہوتا ہے۔ فعلیت کی کیفیت اس سے سلب کر لی جاتی ہے²⁰¹ مگر انسانی احساسات سے آگے بعض غیبی قوتوں کی تاثیر و تاثر کو بھی ان علومِ فائضہ میں دخل نہیں ہوتا جو انبیاء پر نازل ہوتے ہیں۔ اسی مسئلہ کو سورۃ الجن میں بظاہر خیال گزرا ہے کہ بیان کیا گیا ہے۔

(1) کسونت یا غیبی زندہ ارواح سے اثر پذیر ہونے کا عقیدہ دنیا کی عام قوموں میں پایا جاتا ہے۔ سورۃ الجن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنّی تاثیرات کو اس میں دخل ہوتا ہے۔ بعض انسان دہائی و غیرہ دے کر جنوں و خوش کر کے اپنا تابع بناتے ہیں اور ناسوتی حدود کے ماوراء حوادث کا علم ان کے ذریعہ حاصل کرتے

²⁰⁰ الدھر: 21

²⁰¹ مولانا کی یہ بات محلّ نظر ہے کہ انفعال مطلق ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لَا تَخْزُكَ بِهِ إِلَهَاتُكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (القیامۃ: 16) کہہ کر ممانعت کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

ہیں۔ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا²⁰² اور وَأَنَا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ²⁰³ سے ان امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

2۔ اور آخر میں یہ فرما کر عَالِمِ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أبلغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا²⁰⁴ سے ہی ان امور کی تصدیق ہوتی ہے

3۔ کہیں بھوتوں کا پھرنا، اسپر پچو لسٹوں کے عمل حضرات اور کشفی قصبے یہ ساری باتیں جنّی تعلقات کے مظاہر ہیں۔ دجال کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین مرے ہوئے لوگوں کا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں²⁰⁵ بھوتوں یا چڑیلوں وغیرہ کا نظریہ اسی سے ماخوذ ہے۔ اور بت خانوں میں کچھ اسی قسم کے مظاہر کا لوگوں کو تجربہ ہوتا ہے۔

²⁰² اور بعض انسان بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی سرکشی میں اضافہ ہو گیا (الجن: 6)

²⁰³ اور ہم پہلے وہاں بہت سے مقامات پر بیٹھا کرتے تھے غیبی خبریں سننے کے لیے۔ (الجن: 9)

²⁰⁴ وہ اپنے امور غیبیہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس کو رسول کی حیثیت سے پسند فرمالے اور آگے پیچھے نگران مقرر کر دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچائے ہیں؟ اور ویسے تو ان کی ہر چیز کو اس کے احاطہ

قدرت نے گھیر رکھا ہے اور ہر چیز کو گن رکھا ہے (الجن: 26-28)

²⁰⁵ معجم طبرانی کبیر میں ہے: مَعَهُ شَيَاطِينٌ يَتَشَبَّهُونَ بِالْأَمْوَاتِ، يَقُولُونَ لِلْحَيِّ: تَعْرِفُنِي؟ أَنَا أَخُوكَ، أَخْبَرْنَا أَبْنُوكَ، أَخْبَرْنَا ذَوِّ قُرَابَةِ مَنْكَ، أَلَسْتُ قَدْ مِتُّ؟ هَذَا رُبْنَا فَأَتْبَعُهُ۔ اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے جو فوت شدہ لوگوں کی شکل و شبہت اختیار کریں گے، زندہ سے کہیں گے کیا تو مجھے پہچانا؟ میں تیرا بھائی ہوں، تیرے باپ نے ہمیں یہ بتایا ہے (یا کہیں گے) تیرے (فلاں) رشتہ دار نے ہمیں خبر دی ہے۔ کیا میں فوت نہیں ہو گیا تھا۔ یہ ہمارا رب ہے اس کی اتباع

4۔ قرآنی علم ان جنی تصرفات کی آودگیوں سے پاک ہے قرآنی علم کا جو اصلی جوہر ہے اس کا اعادہ اس سورت میں بڑے پر زور لفظوں میں کیا گیا ہے فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا²⁰⁶ نہ خسارے میں مؤمن رب مبتلا ہو سکتا ہے، نہ مغلوب ہو سکتا ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا قُلْ إِنِّي لَا أُمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يَجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا²⁰⁷ مثلاً وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا²⁰⁸ الحاصل ذکرِ رب سے اعراض زندگی کو اجیرن بنا دیتا ہے گویا پہاڑ پر چڑھائی میں جو حالت ہوتی ہے وہی ہر معرض عن ذکرِ رب کی ہوتی ہے برخلاف اس کے مؤمن بخش و رفق سے بے خوف ہو کر چلتا ہے اور حق کے سوا اس کا کوئی ملتحذ نہیں ہے۔

کرو۔ (الطبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، تحقیق حمیدی بن عبد المجید السلفی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، جلد 7، ص 36، رقم الحدیث 6305، 1983ء)

²⁰⁶ جو اپنے رب پر ایمان لاتا ہے تو اس کو نہ نقصان کا خوف ہے نہ ظلم کا۔ (الجن: 13)

²⁰⁷ کہہ دیجیے میں اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ یہ بھی کہہ دیجیے کہ میں تمہارے حق میں ضرر اور ہدایت دونوں کا اختیار نہیں رکھتا۔ کہہ دیجیے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی مجھ سے بچا نہیں سکتا اور اس کے علاوہ کوئی بھی میری پناہ نہیں (الجن 20-22)

²⁰⁸ جو اپنے رب کی یاد سے روگردانی کرے گا تو مسلسل بڑھنے والے عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔ (الجن: 17)

نکتہ 43:

حیوانی شکل کے دیوتا

کچھ دنوں سے خیال گزر رہا ہے کہ اقوام قدیمہ مثلاً مصریوں، بابلیوں، ہندیوں میں حیوانات پرستی غالباً اس خیال پر مبنی ہے کہ "الملائکہ" کے چہرے حیوانوں کی مانند ہیں۔ جاہلی شاعر امیہ بن الصلت کا مشہور شعر حملۃ العرش سے متعلق ہے

رَجُلٌ وَثُوزٌ تَحْتَ رِجْلِ يَمِينِهِ وَالنَّسْرُ لِلْأُخْرَى وَلَيْثٌ مُرْصَدٌ²⁰⁹

وفی الاصابہ عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انشد قول امیہ هذا ثم قال صدق ہکذا حملۃ العرش فلینظر فی قوله تعالیٰ یحمل عرش ربک یومئذ ثمانیۃ نیز ستاروں کو بھی حیوانی شکلوں میں متشکل کرنے کی کوشش ابتداء میں کی گئی اور کواکب پرستی کے بعد ان کی مورتیاں حیوانی شکلوں میں بنائی گئیں۔ قال الشیخ الاکبر فی فتوحاتہ الواحد (من حملۃ العرش) علی صورة الانسان والثانی علی صورة الاسد والثالث علی صورة النسر والرابع علی صورة الثور وهو

²⁰⁹ اصل شعر میں رَجُلٌ ہے لیکن مولانا نے زحل لکھا ہے۔ ترجمہ: آدمی اور بیل اس کے دائیں پاؤں کے نیچے اور گدھ دوسرے کے لیے اور گھات لگایا ہوا شیر، الاصابہ میں ہے عکرمہ، ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ امیہ کا یہ شعر پڑھا پھر فرمایا کہ اس نے سچ کہا یہ عرش اٹھانے والے فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو دیکھو کہ لہذا تمہارے رب کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہو گا۔ (العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، تحقیق لی محمد البجاوی، ج 1، ص 249، دار الجبل، بیروت، 1992ء)

الذی راہ السامری فتخیل انه الہ موسیٰ فصنع لقومه العجل وقال هذا الہکم والہ موسیٰ
القصة۔ (ص 194۔ ج 1 فتوحات) ²¹⁰

نکتہ 44:

گریار واقف است کہ برماچہ بگذرد ²¹¹

باک از جفائے دشمن و جور رقیب نیست ²¹² (سعدی)

آگاہ اپنے حال سے جب دوست ہے تو دشمن کی یار قیب کی پرواہ نہیں مجھے ²¹³ (گیلانی)

²¹⁰ شیخ اکبرؒ نے فتوحات میں فرمایا کہ حملۃ العرش میں سے ایک کی شکل انسان کی سی ہے دوسرا شیر کی شکل کا ہے، تیرا گدھ کی شکل کا اور چوتھا بیل کی صورت میں، اسی کو سامری نے دیکھا تھا تو اس نے گمان کیا کہ یہ موسیٰؑ کا الہ ہے تو اس نے اپنی قوم کے لیے پچھڑا بنا ڈالا اور کہنے لگ گیا کہ یہ تمہارا اور موسیٰؑ کا الہ ہے۔ (الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ حملۃ العرش، الثالث عشر، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت، ج 1، ص 202)

²¹¹ دیوان سعدی میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے "گردوست واقف است کہ بر من چہ می رود" شاید مولانا نے حافظ کی بنیاد پر لکھا اس لیے تسامح ہوا۔

²¹² کلیات سعدی براساس نسخہ محمد علی فروغی، غزل نمبر 114، ص 476، طبع دوم، ناشر مہرگان دانش، قم، ایران۔

²¹³ مولانا نے سعدی کے شعر کا منظوم اردو ترجمہ کیا ہے۔

تجربہ کی بات

نکتہ 45:

در طبقات الصوفیہ شعرانی ص 75- ج 1²¹⁴ عن ابی یزید البسطامی علیہ السلام قال عرفت اللہ باللہ وعرفت مادون اللہ بنور اللہ²¹⁵ جس کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ علی کل شئی محیط²¹⁶ میں صرف انا ہی کا شعور ہے جس کی گرفت میں محیط آسکتا ہے روشنی اگر احاطہ کرے تو قوت بینائی کے سوا اور کس کی گرفت میں وہ آسکتی ہے اگرچہ محیط وہ کان ناک ہاتھ سب پر ہوتی ہے اور سارے صفات لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی بنیاد پر صرف باللہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں تو دون اللہ آدمی کا اور اکی تعلق نور اللہ ہی سے ہو رہا ہے۔

ستیہ گراہا کا تجربہ

نکتہ 46:

شیخ اکبر اپنے ایام جاہلیت میں ایک دفعہ والد کے ساتھ اندلس میں سفر کر رہے تھے۔ قرمونہ اور بلنہ کے درمیان تھے کہ جنگلی گور خر کی قطار پر نظر پڑی۔ شیخ حالانکہ شکار کے بہت شوقین تھے لیکن اس وقت

²¹⁴ طبقات الصوفیہ کے نام سے معروف کتاب ابو عبد الرحمن السلمی کی ہے۔ اور امام عبد الوہاب الشعرانی کی کتاب کا نام "الطبقات الکبریٰ" معروف ہے جبکہ اصل نام "الفتح الانوار فی طبقات الاخیار" ہے۔ مولانا نے آگے جو عبارت پیش کی ہے وہ انہی کتابوں میں موجود ہے۔

²¹⁵ بایزید البسطامی کا قول ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو تو اللہ کی ذات سے ہی پہچانا اور غیر اللہ کو اللہ کے نور سے

پہچانا۔ (طبقات الصوفیہ، السلمی ابو عبد الرحمن محمد بن الحسن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998ء، ص 72)

²¹⁶ قرآن کا ارشاد ہے الا اندھ بکل شئی محیط (م فصاحت: 54)

دل میں خیال کیا کہ ان کو نہ چھیڑوں۔ ایک بھی نہ بھاگا مگر جب غلام آگیا تو بھاگ گئے۔ ص 70-ج 4
217

نکتہ 47: فی البخاری وَلَا أَحَدَ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ الْمُبَشِّرِينَ
وَالْمُنْذِرِينَ وَلَا أَحَدَ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحَةُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَعَدَ اللَّهُ الْجَنَّةَ ص 13-11 218

217 ستیہ گرہ سے مراد عدم تشدد۔ اصل عبارت یہ ہے "وإذا أردت أن لا تخاف أحدا فلا تخف أحدا تأمن من كل شيء إذا آمن منك كل شيء مررت في سفري في زمان جاهليتي ومعى والدي وأنا ما بين قرمونة وبلمة من بلاد الأندلس وإذا بقطيع حمير وحش ترعى وكنت مولعاً بصيدها وكان غلماني على بعد مني ففكرت في نفسي وجعلت في قلبي أني لا أؤذي واحداً منها بصيد وعندما أبصرها الحصان الذي أنا راكبه هش إليها فمسكته عنها ورمحي بيدي إلى أن وصلت إليها ودخلت بينها وربما مر سنان الرمح بأسنمة بعضها وهي في المرعى فوالله ما رفعت رؤوسها حتى جزتها ثم أعقبني الغلمان ففرت الحمير (الفتوحات المكية، باب وصية حكيمية يتفعل بها المرید السالك والواصل، الباب الموفى ستين وخمس مائة، ج 4، ص 531) ترجمہ: جب تو چاہے کہ تجھے کوئی خوفزدہ نہ کرے تو چاہیے کہ تو کسی کو نہ ڈرائے۔ تو ہر چیز سے مامون رہے گا، اگر تجھ سے ہر کوئی محفوظ رہے گا۔ اپنی جاہلیت کے زمانہ میں میں ایک سفر کے دوران اپنے والد کے ساتھ تھا، ہم اندلس کے شہروں قرمونہ و بلمہ کے درمیان تھے وہاں جنگلی گدھوں کا ایک گلہ چرنے چگنے میں مصروف تھا۔ میں ان کے شکار کا بہت شوقین تھا، میرا غلام پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ میں دل میں سوچا اور ارادہ کیا کہ میں ان میں سے کسی کو ایذا نہیں پہنچاؤں گا اور شکار نہیں کروں گا۔ میرے گھوڑے کی نظر جب ان پہنچی تو وہ ان کی طرف لپکا۔ میں نے اسے روکا اور میرا نیزہ میرے ہاتھ میں تھا یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا اور ان کے درمیان داخل ہو گیا شاید میرے نیزے کی انی ان میں سے کچھ کے بدنوں کو بھی چھو گئی مگر وہ چرتے رہے اور اللہ کی قسم انہوں نے ہر تک نہیں اٹھایا اتنے میں پیچھے سے میرا غلام پہنچ گیا تو وہ بھاگ گئے۔

218 عن المنيرة قال قال سعد بن عبادة لورأيت رجلاً مع امرأتي لضر بته بالسيف غير مصفح فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اتعجبون من غيرة سعد والله لا أنا أغير منه والله أغير مني ومن أجل غيرة الله خزه

فتوحات ج 2، ص 588 میں رابعہ بصریہ کی حکایت نقل کی ہے کہ دیوار سے چوٹ لگی، آگے بڑھ گئیں۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا

فقلت شغلي بموافقة مراده فيما جرى شغلني عن الإحساس بماترون من شاهد الحال فما شق عليها ما جرى فلو شق عليها لتعذبت في نفسها منها فالأشقياء ليس لهم عذاب إلا منهم لأنهم أقيموا في مقام الاعتراض والتعليل لأفعال الله في عباده ولا شيء كان كذا ولو كان كذا كان أحسن وأليق ونازعوا الربوبية وشاقوا الله ورسوله فشقاؤهم شقاقهم فهي دار الأشقياء۔۔۔ ثم

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ الْمُبَشِّرِينَ وَالْمُنذِرِينَ وَلَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَذْحَجَةُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَعَدَ اللَّهُ الْجَنَّةَ

مغیرہ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ مشغول پاؤں تو میں اسے تلواریں مار ڈالوں بغیر کسی معافی و درگزر کے۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو فرمایا کیا سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو (تمہیں سعد کی غیرت بھلی لگ رہی ہے؟) اللہ کی قسم میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں۔ اللہ کی غیرت ہے جس کی وجہ سے اس نے ظاہری و باطنی فواحش کو حرام قرار دیا اور اللہ سے زیادہ غدار اور معافی کو محبوب رکھنے والا کوئی نہیں اس لیے اس نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے (تاکہ لوگ ان کی نصیحت سے توبہ کی طرف آجائیں) اور اللہ سے زیادہ تعریف کو کوئی محبوب نہیں رکھتا اس لیے اس نے جنت کی عطا کا وعدہ فرمایا۔

انتقل الى مشيئته وقال في آخره أن عذابهم لم يكن إلا منهم²¹⁹

219 اس کے بعد عربی عبارت یوں ہے: یدخلوها فی هذا الحال فاذا طال علیهم الأمد تغیر الحال لان طول الامد له حکم بقوله تعالى فطال علیهم الامد فقسط قلوبهم فاذا کان الامد علی الأشقیاء وعلمو ان ذالک لیس بنافع قالوا فالموافقة اولی فتبدلت صورهم فآثر ذلک التبديل هذا الحکم فزال المشاققة فارتفع العذاب عن بواطنهم فاسترحوا فی دارهم ووجدوا فی ذالک من اللذة ما لا یعلمه الا الله لأنهم اختاروا ما اختار الله لهم وعلمو عند ذالک أن عذابهم لم یکن الا منهم فحمدوا الله علی کل حال فاعقبهم ذالک أن یحمدوا الله المنعم المنفصل۔

ترجمہ: رابعہ بصریہ نے فرمایا میرا معاملہ اس کی مراد کے موافق ہے جو کہ پیش آئی تو اس نے مجھے اس سے جو کچھ تم مشاہدہ کر رہے ہو اس کے احساس سے غافل کر کے اس کی رضا کی جانب متوجہ کر دیا۔ تو اس لیے جو کچھ پیش آیا وہ مجھ پر گراں نہیں گزرا اور اگر یہ گراں گزرتا تو میں اپنے نفس کو سزا دیتی اور اشقیاء کو عذاب صرف اس لیے ہو گا کہ وہ مقام اعتراض و تعلیل پہ کھڑے ہو کر اللہ کے اپنے بندوں کے بارے افعال میں مین میخ نکالتے ہیں یہ کیوں ہوا اور ایسا کیوں نہ ہوا؟ اگر ایسا ہو جاتا تو زیادہ اچھا اور بہتر تھا گویا وہ ربوبیت سے منازعت اختیار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول سے پھوٹ ڈالتے ہیں تو ان کی یہ منازعت ہی ان کی شقاوت ہے اور ان کا اس حال میں داخل ہو جانا ہی دار الاشقیاء ہے جب ان پر ایک زمانہ گزرے گا تو ان کی حالت بدلے گی کیونکہ زمانے کی طوالت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے قول کے تحت حکم ہے فطال علیهم الامد فقسط قلوبهم (پس ان پر ایسا زمانہ گزرا اور ان کے دل سخت ہو گئے) اسی طرح جب اشقیاء پر ایک مدت گزرے گی تو وہ جان لیں گے کہ ان کا افعال باری تعالیٰ میں کھود کرید کرنا سود مند نہیں ہے تو وہ کہیں گے اللہ کے اوامر کے ساتھ موافقت ہی بہتر ہے تو ان کی صورت حال بدل جائے گی اور اس تبدیلی کے اثر سے یہ حکم بھی بدلے گا اور ان کی شقاوت ختم ہو جائے گی۔ ان کے بواطن سے عذاب اٹھ جائے گا تو وہ اپنے اندر اسی دار میں آرام پائیں گے اور ان کو ایسی لذت حاصل ہوگی جس کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کیونکہ انہوں نے وہ اختیار کر لیا جو اللہ نے ان کے لیے منتخب کیا تھا اور انہوں نے جان لیا اس سے کہ ان کے لیے عذاب صرف اسی سبب سے تھا پس وہ اللہ کی ہر حال میں حمد کریں گے (الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ النفس، فضل الاسماء الحسین السابغ والعشرون، ج 2، ص 438)

تالیف و تصنیف کی صوفیانہ توجیہ

نکتہ 49:

حکیم ترمذی²²⁰ سے امام شعرانی نے ان کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ ما صنفت حرفاً عن تدبیر ولا
لینسب إلي شيء من المؤلفات، ولكن كان إذا اشتد علي وقتي أتسلى به

(ص 9، ج 1، طبقات صوفیہ)²²¹

سوچ بچار سے میں نے ایک حرف بھی نہیں لکھا یعنی کوئی باضابطہ پروگرام بنا کر میں نے کچھ نہیں
لکھا اور نہ اس لیے لکھا کہ میری تالیفات میری طرف منسوب ہوں بلکہ واقعہ یہ تھا کہ جب
سخت وقت مجھ پر پڑا تو اس سے تسلی حاصل کرتا تھا۔

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے²²²

²²⁰ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن الحسین الترمذی کبار مشائخ خراسان میں سے تھے۔ تصوف میں بہت سی تصنیفات ہیں۔ ابو
تراب النخشی، احمد بن خضرویہ اور ابن الجلا کی صحبت میں رہے۔ (ابن الجوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن

علی، صفۃ الصفوة، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج 2، جز و رابع، ص 146، قاہرہ، ص 28، 2007ء)

²²¹ الشعرانی، عبد الوہاب بن احمد بن علی، الطبقات الکبریٰ المسمی بہ لؤلؤ الانوار فی طبقات الاخیار تحقیق خلیل المنصور، دار
الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ص 131، 1997ء) یہ قول حکیم ترمذی کے حالات کے تحت طبقات الصوفیہ میں
منقول نہیں ہے۔ (السلمی، ابو عبد الرحمن محمد بن الحسین، طبقات الصوفیہ، تحقیق مصطفیٰ عبدالقادر عطاء، دار الکتب العلمیہ

بیروت، ص 175-178، طبع دوم، 1424ھ/2003ء)

²²² غالب، اسد اللہ خان، دیوان غالب، تصحیح متن و ترتیب: حامد علی خان الفیصل ناشران کتب، لاہور، 2003ء، ص

120۔ یہ گویا مولانا گیلانی نے حکیم ترمذی کے قول کی شاعرانہ پیرائے میں ترجمانی کی ہے۔

گفت: مشق نام لیلیٰ می کنم خاطر خود را تسلی می دهم²²³
 اس شغل کتابی سے کچھ کام نکل جاتا ہے اس حیلے سے دل اپنا بس یار بہل جاتا ہے²²⁴
 نکتہ 50:

قال الرومیؒ

این فناھا از بقاھا یافتی²²⁵ از فنا اش رو چرا بر تافتی
 در فناھا این بقاھا دیدہ ای بر بقائے جسم چون چفسیدہ ای
 اہل دنیا زان سبب اعمیٰ دل اند شارب شوربہ آب و گل اند
 مرغ پرندہ چومانند در زمین باشد اندر غصہ و در حنین
 مرغ خانہ بر زمین خوش می رود دانہ چین و شاد و شاطر می شود²²⁶

²²³ عبد الرحمن جامی کا شعر ہے۔ مولانا نے تسلی می دہم لکھا ہے جبکہ اصل تسلی می کنم ہے۔ ترجمہ: اس نے کہا کہ لیلیٰ کے نام کا ورد کرتا ہوں (اس لیے نہیں کہ کوئی نے تو اس تک بات پہنچا دے یا میرے عشق کی پختگی کی تعریف کرے) اس لیے کہ اپنے آپ کو تسلی دیتا ہوں۔

²²⁴ مولانا نے حکیم ترمذی کی عبارت کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔

²²⁵ مولانا نے یہ مصرع غلط لکھا ہے۔ درست اس طرح ہے "اس بقاھا از فناھا یافتی"

²²⁶ ترجمہ: تو نے ان بقاؤں کو فناؤں سے حاصل کیا ہے۔ اس کی فنا سے تو نے کیوں منہ موڑ لیا ہے (یعنی جب فنا سے ہی تجھ کو بقا کا مرتبہ حاصل ہوا ہے تو فنا سے کیوں ڈرتا ہے۔

نکتہ 51: نزغة شيطانية: كانه نزع في قلبي ان لتاليف القلوب المكذبين الحمقاء هل

227

لنا۔۔۔

وصية الكبرية

نکتہ 52:

فليجتهد أن يكون عند الموت عبداً مخلصاً ليس فيه شيء من السيادة على أحد من المخلوقين ويرى نفسه فقيرة إلى كل شيء من العالم من حيث أنه عين الحق من خلف حجاب الإسم الذي

قال الله فيه - ص 540 ج 32²²⁸

تو نے فناؤں میں ہی ان بقاؤں کو دیکھا ہے تو پھر بدن کی بقا کے لیے کیوں چپک کر رہ گیا ہے۔

دنیا دار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں کیونکہ وہ آب و گل کا کھاری پانی پینے والے ہیں۔

اڑنے والا پرندہ جب زمین پر گر کر رہ جائے تو وہ رنج اور درد و فغاں میں ہوگا۔

پالتو پرندہ زمین پر خوشی سے چلتا ہے، دانہ چگتا ہوا اور خوشی اور چالاکی سے دوڑتا ہوا۔ (رومی، جلال الدین، مثنوی، مترجم

قاضی سجاد حسین، دفتر پنجم، مناجات حامد اینڈ کمپنی، لاہور، ص 88 تا 1978، 90ء)

²²⁷ مولانا نے اپنا ایک وسوسہ تحریر کیا ہے کہ شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ جھٹلانے والے اور احمق قلوب

کی تالیف میں کیا ہمارے لیے کیا ہے؟ مولانا شاید کہنا چاہ رہے ہیں کہ شریعت نے مؤلفۃ القلوب کی تالیف کا جو حکم دیا کہ

زکوٰۃ مفروضہ میں سے ان کا حصہ تو یہ کیوں کیا جائے کہ جھٹلانے والوں اور احمقوں کو ہم مال کے ذریعے اسلام کی طرف

راغب کریں اور پختہ کریں۔ جب کہ شریعت کا مجموعی مزاج یہ ہے کہ ہدایت کے لیے نہ توجہ کو پسند کیا گیا ہے اور نہ لالچ

کو۔ مولانا کی توجہ اس طرف منعطف نہیں ہوئی کہ مؤلفۃ القلوب مکذبین نہیں ہوتے لہذا شریعت مکذبین کی تالیفِ قلب

کا حکم نہیں دیا۔

²²⁸ شیخ اکبر کے لقب کی نسبت سے "وصیۃ اکبریۃ" کا عنوان باندھا ہے۔ مکمل عبارت اس طرح ہے: لمن لا علم له

بالامر قل سموهم ولما كان الانسان فقير بالذات احتجب الله له بالاسباب وجعل نظر هذا العبد اليها وهو من

فقلت لا تندبہ

نکتہ 53: تبکی علیہ بشجو

قد عاش من مات فیہ (نفع الطیب) 229

ہذا زمان عجیب

نکتہ 54: اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا 230

ورائہا فائبتہا عیناً ونفاہا حکماً مثل قوله تعالى لمحمد ﷺ وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى ترجمہ: کوشش کرے کہ موت کے وقت انسان محض ایک بندہ ہو۔ اس کے پاس مخلوقات میں سے کسی کی سیادت و قیادت نہ ہو۔ اپنی ذات کو کائنات کی ہر چیز کا فقیر سمجھے کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات نام کے پردے کے پیچھے حقیقتاً کار فرما ہے اللہ نے جس (یعنی نام رکھنے کا عمل) کے بارے حکم دیا اس کو جس کا اس کے پاس علم نہیں تھا کہ نام رکھے جاؤ ان کے (یہ در حقیقت مشرکین کو تہدیداً حکم دیا گیا کہ بتوں کے نام رکھتے جاؤ یعنی بس یہ نام ہی نام ہیں اور حقیقت ان کی کچھ بھی نہیں۔ محض نام رکھنے سے کوئی باطل چیز حقیقت نفس الامری نہیں بن جاتی) جب انسان بالذات فقیر ہے تو اللہ نے اس کے لیے اسباب کے حجابات پیدا کیے اور اس بندے کی نظر کو اس کی طرف پھیر دیا اور وہ خود ان حجابات کے پیچھے ہے تو اس نے ان اسباب کو عین ثابت کیا اور حکماً اس کی نفی کی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم ﷺ کے لیے قول ہے کہ آپ ﷺ نے نہیں مارا جب مارا لیکن اللہ نے مارا (آپ ﷺ نے مارا) (اذرمیت) میں اسباب کا عیناً اثبات ہے جبکہ آپ ﷺ نے نہیں مارا (وما رمیت) میں حکماً نفی ہے۔ (الفتوحات المکیہ، الباب فی معرفۃ منزل المرید و سر و سرین من اسرار الوجود والتبدل و هو من الحضرة المحمدیہ، ج 3، ص 399)

229 ابو احد جعفر بن لبّ کے اشعار ہیں۔ اس کے پاس ایک عورت آئی جس کا لڑکا فوت ہو گیا تھا اس نے کہا کہ اس کے لیے مرثیہ لکھو تو اس نے یہ شعر کہے "تو اس کے لیے شدتِ غم سے روتی ہے تو میں تجھے کہتا ہوں اس کا ماتم نہ کر۔ یہ زمانہ عجیب ہے اس میں جو مر جائے تو اس نے گویا زندگی پالی۔ (ابن المقرئ، احمد، التلمسانی، نفع الطیب من غصن الاندلس الرطیب، دار صادر، بیروت، ج 2، ص 1997، 505ء)

230 حافظ شیرازی کے شعر کا مصرعہ ہے۔ مکمل شعر یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نمٹہ 55:

یوم الاربعاء

قال ابو بكر بن العربي رحمة الله تعالى: هذا رأي نحوسة يوم الاربعاء فلا اراه لأن يوم الأربعاء يوم عجيب، بما جاء في الحديث من الخلق فيه والترتيب، فإن الحديث ثابت بأن الله تعالى خلق يوم السبت التربة، ويوم الأحد الجبال، ويوم الاثنين الشجر، ويوم الثلاثاء المكروه، ويوم الأربعاء النور، وروي النون، وفي غريب الحديث أنه خلق يوم الأربعاء التقن، وهو كل شيء تتقن به الأشياء، يعني المعادن من الذهب والفضة والنحاس والحديد والرصاص، فالיום الذي خلق فيه المكروه لا يعافه الناس، واليوم الذي خلق فيه النور أو التقن يعافونه، إن هذا الهو الجهل المبين. وفي المغازي أن النبي صلى الله عليه وسلم دعا على الأحزاب من يوم الاثنين إلى يوم الأربعاء بين الظهر والعصر، فاستجيب له، وهي ساعة فاضلة، فالآثار الصّاح تدل على فضل هذا اليوم، فكيف يدعى فيه التحذير والنحس بأحاديث لا أصل لها، وقد صور قوم أياماً من الأشهر الشمسية ادّعوا فيها الكراهية لا يحل لمسلم أن ينظر إليها ولا يشغل بالاً بها والله حسيبهم، - نفخ الطيب ص 34²³¹

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا

اگر وہ شیرازی معشوق ہمارا دل تھام لے تو اس کے دل فریب تل کے عوض سمرقند و بخارا بخش دوں۔ (دیوان حافظ، مترجم: قاضی سجاد حسین، پروگریسو بکس، لاہور، ص 30، س۔ ن)

²³¹ ابن المقرئ، احمد، التلمسانی، نفخ الطيب من غصن الاندلس الرطيب، (1997) تحقیق: احمد بن عباس، دار صادر، بیروت، ج 2، ص 42۔ ترجمہ: ابو بکر بن عربی نے فرمایا بدھ کے دن کی نحوست کے بارے جو رائے ہے میں اس کو درست نہیں سمجھتا کیونکہ بدھ کا دن تو بہت عجیب دن ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے جس میں خلق اور اس کی ترتیب

شاہ ولی اللہ اور علامہ ابن حزم یوم الاربعاء میں پیدا ہوئے²³²

بتائی گئی ہے اور یہ حدیث ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مٹی کو پیدا کیا، اتوار کو پہاڑوں کو، سوموار کو درخت، منگل کو مکروہ (ناپسندیدہ اشیاء) اور بدھ کو نور پیدا کیا اور یہ بھی روایت کیا گیا کہ مچھلی کو اور ایک غریب حدیث میں ہے کہ اس نے بدھ کے دن امور کی اصلاح کی چیزیں پیدا کیں۔ یعنی ہر وہ چیز جس سے چیزوں (اور معاملات) کو درستی حاصل ہوتی ہے جیسے معادن میں سے سونا، چاندی، تانبا، لوہا اور سیسہ۔ جس دن مکروہ اور ناپسندیدہ کی تخلیق ہوئی لوگ اس دن سے تو عدم اعتناء نہیں برتتے اور جس دن نور اور امور اصلاح کی اشیاء کی تخلیق ہوئی اس سے دور بھاگتے ہیں۔ یہ تو کھلی جہالت ہے۔ مغازی میں ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ احزاب میں کفار کے لشکروں کے لیے سوموار سے بدھ تک ظہر و عصر کے مابین بددعا کی اور دعا قبول ہوئی۔ تو یہ گھڑی تو فضیلت کی ہوئی اور صحیح آثار اس دن کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں تو اس میں نحوست کا کیسے دعویٰ کر دیا جاتا ہے بے اصل احادیث کی بنیاد پر۔ اور ایک طبقہ شمسی مہینوں کے حساب سے کچھ دنوں کو شرف و کرامت والا بنایا ہوا ہے۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کی طرف نظر بھی اٹھائے اور ان کے حساب کتاب میں مشغول ہو اور اللہ ان کا حساب لینے والا ہے۔

(ابن العربی ابو بکر، محمد بن عبد اللہ الاندلسی، احکام القرآن (س۔ن) دار الکتب العلمیہ بیروت، ج 4، ص 16) (سورۃ فصلت)

²³² شاہ ولی اللہ نے اپنے حالات زندگی انفاس العارفین میں تحریر فرمائے ہیں ان میں اپنا یوم پیدائش 4 شوال 1114ھ بدھ تحریر فرمایا ہے۔ (شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، مترجم: پیر سید محمد فاروق، رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور، ص 1428، 393ھ/2007ء) ابن خلکان نے ابن حزم کے بارے میں لکھا ہے "و مولده بقرطبة من بلاد الاندلس یوم الاربعاء قبل طلوع الشمس" (ابن خلکان، ابوالعباس احمد بن محمد، وفیات الاعیان و ابناء ابناء الزمان، تحقیق احسان عباس، دار صادر، بیروت، ج 3، ص 1900، 325ء)

نکتہ 56: وقال رضى الله تعالى عنه اخبرنى المهره من السحرة بأرض بابل أنه من كتب آخرة
من كل سورة ويعلقها لم يبلغ اليه سحرنا قال هكذا قالوا²³³

233 ابو بکر ابن العربی کا قول ہے کہ مجھے شہر بابل کے جادو کے ماہرین نے بتایا کہ اگر کوئی شخص قرآن کی ہر سورت کی
آخری آیت لکھ کر لٹکالے (گھر میں یا اپنے بدن پر) تو اس تک ہمارے جادو کا اثر نہیں پہنچے گا۔ کہا کہ اسی طرح انہوں نے
کہا (فتح الطیب۔ ج 2، ص 43)

یہاں مولانا گیلانی نے ابو بکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ساتھ رضى اللہ عنہ تحریر فرمایا ہے جیسا کہ اصل کتاب میں
ہے۔ ان الفاظ کے استعمال کے بارے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ بسا اوقات کچھ الفاظ، خاص علاقے یا کسی خاص
زمانے میں اصطلاح عرفی کی حیثیت اختیار کر کے مخصوص معنی میں مستعمل ہونے لگتے ہیں یہی صورت حال پاک وہند
میں "علیہ السلام"، "رضی اللہ عنہ" اور "رحمۃ اللہ علیہ" کی ہے۔ گزشتہ ادوار میں یاد دیگر علاقوں میں ضروری نہیں کہ یہ
الفاظ مخصوص اصطلاح کی حیثیت اختیار کر گئے ہوں۔ لیکن جن علاقوں میں جن الفاظ کی معنویت خاص ہو جائے تو ان کو
بمعرعہ کے اعتبار سے ہی استعمال کیا جائے گا ورنہ مغالطے پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ سلف کے ہاں رضى اللہ عنہ کا لفظ
نام تھا اور صحابہ کے لیے مخصوص طور پر نہیں بولا جاتا تھا جبکہ بر صغیر میں یہ لفظ صحابہ کرام کے لیے مخصوص اصطلاح کی
حیثیت اختیار چکا ہے اس لیے اب اس کی حیثیت اصطلاح عرفی کی ہے۔ یہی صورت حال لفظ "علیہ السلام" کی ہے کہ یہ
انبیاء، تابعین اور ان کی امہات و ازواج کے لیے مستعمل ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ معنوی لحاظ سے اس کا استعمال دیگر کے
سینے غلط ہے بلکہ اصطلاحاً اس کا خاص استعمال ہوتا ہے۔ ورنہ تو "السلام علیکم" اور علیہ السلام" میں یکساں معنی پائے
جاتے ہیں لیکن جیسے کوئی زندہ آدمی اپنے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ سننے اور لکھنے کو اس کی عرفیت کے باعث مناسب
نہیں سمجھتا اسی طرح غیر نبی کو علیہ السلام لکھنا اور غیر صحابی کو رضى اللہ عنہ لکھنا ہمارے ہاں کے عرف میں مناسب
نہیں۔

نکتہ 57: ابن حزم کے اشعار

هل الدهر إلا ما عرفنا وأدر كنا	فجائعه تبقى و لذاته تفنى
إذا أمكنت فيه مسرة ساعة	تولت كمر الطرف واستخلفت حزنا
إلى تبعات في المعاد وموقف	نود لديه أننا لم نكن كنا
حصلنا على هم وإثم وحسرة	وفات الذي كنا نقر به عينا
حينئذ لما ولى وشغل بما أتى	وغم لما يرجى فعيشك لا يهنا
كأن الذي كنا نسر بكونه	إذا حققت النفس لفظ بلا معنى

(المعجب في احوال المغرب) ²³⁴

نکتہ 58: الفاظ حسنه، تباہ سرشتی، تیرہ خردی ²³⁵

²³⁴ ترجمہ: 1۔ زمانہ کیا ہے پس جو ہم نے جان لیا اور پالیا۔ اس کی بھوک باقی رہتی ہے اور اس کی لذتیں فنا ہو جاتی ہیں۔ 2۔ اگر تم اس میں ایک گھڑی خوشی سے ٹھہرتے ہو تو وہ پلک جھپکتے ہی گزر جاتی ہے اور پیچھے رنج چھوڑ جاتی ہے 3۔ آخر کار آخرت ہے اور پیشی ہے اور ہم اس وقت چاہیں گے کہ کاش ہم نہ ہوتے 4۔ ہم نے پریشانی، گناہ اور حسرت حاصل کی اور ہم نے وہ سب کچھ گنوا دیا جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں 5۔ گزرے وقت کی غمگین یادیں رہ گئیں اور نیا معاملہ سامنے آگیا اسی سے آج تکلیف پارہے ہیں جس سے خوش ہوتے تھے اور زندگی قابل تحسین نہ رہی 6۔ ایسا لگے گا کہ ہم اپنی ذات سے بہت خوش تھے لیکن جب نفس نے اس کی حقیقت کو پالیا تو وہ بے معنی لفظ کی طرح سامنے آئی۔ (المراکشی، عبدالواحد، المعجب فی تلخیص اخبار المغرب، الدار البیضاء، بیروت، ج 1، ص 13، 1978ء)

²³⁵ مولانا نے یادداشت کے لیے یہ الفاظ و تراکیب تحریر فرمائیں

نکتہ 59:

تمام ارواح طیبہ و ملائکہ و انبیاء و رسل سے حصول دعا کا طریقہ

قال شیخ الاکبر فی فتوحاته منسوباً الی بعض اولیاء اللہ انہ قال لہ اذا قلت "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" او قلت "السلام علیکم" اذا سلمت فی طریقک علی احد فاحضر قلبک کل صالح للہ من عبادہ فی الارض والسماء ومیت وحی فانہ من ذلک المقام یرد علیک فلا یبقی ملک مقرب ولا روح مطہر یبلغہ سلامک الا ویرد علیک وهو دعاء مستجاب فیستجاب فیک فتفلح، واللہ ینوب علی المستقر غین فی جلالہ²³⁶

²³⁶ مولانا نے عبارت آخر میں درست تحریر نہیں فرمائی۔ فتلح کے بعد عبارت اس طرح ہے ومن لم یبلغہ سلامک من عباد اللہ المہمین فی جلالہ المشتغلین بہ المستقر غین فیہ وأنت قد سلمت علیہم بهذا الشمول فإن اللہ ینوب عنہم فی الرد علیک عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ شیخ اکبر نے فتوحات میں ذکر فرمایا ہے کہ مجھ تک بعض اولیاء اللہ کا ایک قول پہنچا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب تم (نماز و دعائیں) السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہو یا راہ چلتے ہوئے کسی کو السلام علیکم کہہ کر سلام کرو تو دل میں یہ نیت کر لیا کرو کہ تم زمین و آسمان کے اللہ کے ہر صالح بندے کو پاب زندہ ہے یا فوت ہو گیا کو سلام کہہ رہے ہو تو وہ ہر فرد اپنے اپنے مقام پر تمہارے سلام کا جواب دے گا اور تیرے حق میں یہ مقبول دعا ہوگی اور تیرے لیے یہ باعث فلاح ہوگا۔ اور اگر تیرا سلام اللہ کے جلال میں مستغرق اور مغلوب بندوں تک نہ پہنچے گا تو اور تو نے ان کو سلام کہہ دیا ہے جب تو نے سب کو شامل کرنے کی نیت کر کے سلام کہا تو اللہ تعالیٰ ان کی نیابت کرتے ہوئے تیرے سلام کا جواب دیں گے۔ (الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ آبائنا العلویات و امھاتنا السفلیات) (باب الحادی عشر) ج 1، ص 194

دراصل درود شریف کی ایک شرح فقیر یہ کرتا ہے اور اسی کو مسلمانوں کے رواجِ فاتحہ کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ اسی کی یہ تائید ہے **فَللّٰهُ الْحَمْد**²³⁷

نکتہ 60:

جمہوریت و اشتراکیت کی حقیقت

اپریل 1949ء چرچل نے بوسٹن (امریکہ) میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ جو کچھ روس کے اندر ہو رہا ہے اس سے دنیا کو ناواقف رکھا جاتا ہے۔ کریملن کے چودہ آدمی لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اپنی گرفت میں رکھ کر سارے عالم کی حکمرانی کا خواب دیکھ رہے ہیں۔²³⁸

²³⁷ ایصالِ ثواب میں اہل اسلام کا معمول ہے کہ وہ قرآن حکیم کی تلاوت اور دیگر اعمالِ نافلہ کر کے اس کا ثواب انبیاء و اولیاء کی ارواح اور اپنے زندہ و فوت شدہ اعزہ و اقرباء کو بخشتے ہیں۔

²³⁸ چرچل کی تقریر کے الفاظ یہ ہیں:

But the fourteen men in kremlin have their hierarchy and a church of communist adepts, whose missionaries are in every country as a fifth column, awaiting the day when they hope to be the absolute masters of their fellow countrymen and pay of old scores. They have their anti-God religion and their communist doctrine of the entire subjugation of the individual to the state. Behind this stands the largest army in the world, in the hands of a government pursuing imperialist expansion.

MIT_MID CENTURY CONVOCATIONs' SPEECH.
MARCH 31, 1949, www.winstonchurchil.org

7 مئی 1949ء لندن (بی بی سی) جب مسٹریون نے ہاؤس آف کامنس²³⁹ میں اپنا بیان جرمنی کی ناکہ بندی کے مسئلہ کے متعلق دیا تب چرچل نے کہا آپ کے اس اعلان کو دنیا انتہائی شادمانی کے ساتھ سنتی ہوگی اور سکون و راحت محسوس کرے گی۔ اور میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے ایک قضیے میں ہاتھ ڈالا ہے اور جس میں کامیاب ہو کر آپ بدی کے خلاف مضبوط صف بندی کریں گے۔ یہ ہے حقیقت ان شورائی حکومتوں کی جن کی عمومیت کا ڈنکا کئی سالوں سے یورپ پیٹ رہا ہے۔ فَأَعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُخِّقُوا أَصْحَابُ السَّعِيرِ²⁴⁰ اسی تقریر میں ہے "آج یورپ پر خوف و ہراس کی فضا طاری ہے" ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنْ أَعْدَابِ أَلِيمٍ²⁴¹ قوت انہی کے لیے جارح ہے إِنْ أَنْكَرْتُمْ عَائِدُونَ²⁴²

نکتہ 61: اولاد قابیل (تاتار و اقوام مغرب جو گانے بجانے اور ہتھیار بنانے میں ماہر ہوئے)

سو قائن خدا کے حضور سے نکل گیا اور عدن کے مشرق کی طرف نود کے علاقہ میں جا بسا۔ اور قائن اپنی بیوی کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور اس کے حنوک پیدا ہوا۔ اور اس نے ایک شہر بسایا اور اس کا نام

²³⁹ برطانوی پارلیمنٹ کا ایوان زیریں House of Commons اور ایوان بالا House of Lords

کہلاتا ہے۔

²⁴⁰ الملک: 11 ترجمہ: انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا سو دوزخیوں کے لیے (رحمت) سے دوری ہے۔

²⁴¹ ہود: 48 ترجمہ: پھر ان کو ہماری جانب سے دردناک عذاب پکڑے گا۔

²⁴² الدخان: 15 ترجمہ: ہم تھوڑے وقت کے لیے عذاب نال دیتے ہیں تو تم پھر (اپنے کفر کی طرف) لوٹ

جاتے ہو۔

اپنے بیٹے کے نام پر حنوک رکھا۔ حنوک سے عیراد پیدا ہوا اور عیراد سے محویا ایل پیدا ہوا اور محویا ایل سے متوسا ایل پیدا ہوا اور متوسا ایل سے لمک پیدا ہوا اور لمک²⁴³ دو عورتیں بیاہ لایا۔ ایک کا نام عدہ تھا اور دوسری کا نام ضلہ تھا اور عدہ کے یابل پیدا ہوا وہ ان کا باپ تھا جو خیموں میں رہتے تھے اور جانور پالتے تھے اور اس کے بھائی کا نام یوبل تھا وہ ان لوگوں کا باپ تھا جو بربط اور بانسری بجاتے تھے۔ ضلہ کے ہاں بھی تو بلقائن پیدا ہوا جو پیتل اور لوہے سے مختلف اوزار بناتا تھا²⁴⁴

باب 38۔ درس 1-7 حزقی ایل

اور خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا اے آدم زاد، تو جوج کے مقابل ہے جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روس، میشک اور تو بال کا مردار ہے، اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر اور کہہ کر دیکھ اے جوج، روس اور میشک اور تو، بال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھے پھراؤں گا اور تیرے جڑے میں لگام ڈالوں گا اور تجھے اور تیرے سارے لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو سب فاخرہ لباس جنگی پہنے ایک بڑا انبوہ جو چھریاں اور سپریں لیے ہوئے ہیں اور سب کے سب تلوار پکڑنے والے ہیں کھینچ لوں گا اور ان کے ساتھ فارس اور فوط، جو سب کے سب سپریں لیے ہوئے اور خود پہنے ہوئے ہیں اور جمر اور اس کا اتر کی اور اطراف کے اہل تحرّمہ اور اس کا سارا لشکر۔ بھیڑ سے لوگ جو تیرے ساتھ

²⁴³ مولانا نے ملک لکھا ہے۔

²⁴⁴ کتاب مقدس، کتاب پیدائش، فصل: قائن اور ہابل (باب 4، آیات 17-23)۔ مولانا نے جو ترجمہ اختیار کیا ہے اور ہم نے بائبل کے جس ترجمہ کو حوالہ کے لیے دیکھا ان کی عبارتوں میں بہت معمولی اختلاف ہے لیکن ایسا اختلاف نہیں ہے کہ معانی مختلف ہو جائیں۔

ہیں تو تیار ہو اور اپنے لیے تیاری کر تو آپ اور تیری ساری جماعت جو تجھ پاس فراہم ہوئی ہے۔ اے جوج (روس) اور میٹک اور تو بال کے سردار! میں تجھے پلٹ دوں گا اور تجھے لیے پھروں گا اور ایسا کروں گا کہ تو اتر کے اطراف سے چڑھ آئے اور تجھے اسرائیل کے پہاڑوں پر لاؤں گا اور تیری کمان جو تیرے بائیں ہاتھ میں ہے گرا دوں گا اور ایسا کروں گا کہ تیرے تیر تیرے داہنے ہاتھ سے گر پڑیں گے۔

اور میں تجھے ہر قسم کے شکاری پرندوں اور میدان کے درندوں کو خوراک کے لیے دوں گا تو کھلے میدان میں گر پڑے گا کیونکہ میں نے کہا کہ خداوند یہوداہ فرماتا ہے اور میں یا جوج اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں۔ ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں²⁴⁵

مکاشفہ یوحنا باب 19

درس 11 سے

پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راستی اور انصاف کے ساتھ لڑائی کرتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے

جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہ خون میں تر کی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور اس کا نام "کلام خدا" کہلاتا ہے۔ اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید صاف اور مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں اور قوموں کو مارنے کے لیے اس کے منہ

²⁴⁵ حزقی ایل۔ باب نمبر 39، 38، ص 875

سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا اور قادرِ مطلق خدا کے سخت غضب کی ہے جس کے حوض میں انگور روندے گا اور اس کی پوشاک پر نام لکھا ہوا ہے: بادشاہوں کا بادشاہ، خداوندوں کا خداوند²⁴⁶

مکاشفہ یوحنا باب 20:

پھر میں نے ایک فرشتہ کو آسمان سے اترتے دیکھا جس کے ہاتھ میں اتھاہ گڑھے کی کنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی۔ اس نے اس اژدھا یعنی پرانے سانپ کو جو ابلیس اور شیطان ہے پکڑ کر ہزار برس کے لیے باندھا اور اسے اتھاہ گڑھے میں ڈال کر بند کر دیا اور اس پر مہر کر دی۔ تاکہ وہ ہزار برس کے پورے ہونے تک قوموں کو پھر گمراہ نہ کرے اس کے بعد ضرور ہے کہ تھوڑے عرصے کے لیے وہ کھولا جائے۔

پھر میں نے تخت دیکھے اور لوگ ان پر بیٹھ گئے اور عدالت ان کے سپرد کی گئی اور ان کی روحوں کو بھی دیکھا جن کے سر یسوع کی گواہی دینے اور خدا کے کلام کے سبب کاٹے گئے تھے اور جنہوں نے کسی حیوان کی پرستش کی تھی اور نہ اس کے بت کی اور نہ اس کی چھاپ اپنے ماتھے اور ہاتھوں پر لی تھی۔ اور وہ زندہ ہو کر ہزار برس تک مسیح کے ساتھ بادشاہی کرتے رہے اور جب تک یہ ہزار برس پورے نہ ہوئے باقی مردے زندہ نہ ہوئے پہلی قیامت یہی ہے۔ مبارک اور مقدس وہ ہے جو پہلی قیامت میں شریک ہوا۔ ایسوں پر دوسری موت کا کچھ اختیار نہیں بلکہ وہ خدا اور مسیح کے کاہن ہوں گے اور اس کے ساتھ ہزار برس تک بادشاہی کریں گے۔

²⁴⁶ یوحنا عارف کا مکاشفہ۔ باب 19۔ درس 11 تا 16، ص 1248-1249

اور جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی یعنی یاجوج ماجوج کو گمراہ کر کے جنگ کے لیے جمع کرے گا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہو گا اور تمام زمین میں پھیل جائیں گے اور مقدسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور آسمان سے ان پر آگ نازل ہو کر ان کو کھا جائے گی اور ان کا گمراہ کرنے والا ابلیس آگ اور گندھک کی اس جھیل میں ڈالا جائے گا جہاں وہ حیوان اور جھوٹا نبی بھی ہو گا اور وہ دن رات ابد الابد عذاب میں رہیں گے۔²⁴⁷

²⁴⁷ یوحنا عارف کا مکاشفہ، باب نمبر 20، درس 1 تا 16

مولانا گیلانی نے اپنی کتاب تذکیر بسورۃ الکھف (آج کل دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال کے نام سے چھپ رہی ہے) جو ان کے ذہن رسا کی جولانیوں اور قلب مطمئن کی وجدانی بصیرتوں کا ایک بھرپور نظارہ پیش کرتی ہے، میں اہل مغرب یعنی یورپین اقوام کو قابیل یعنی قائن کی اولاد قرار دیا ہے۔ بائبل کی رو سے قابیل (قائن) جب لعنتی ہو کر اپنے والد حضرت آدم سے دور نکل گیا تو وہ نود نامی علاقہ میں جا کر آباد ہوا اور وہاں اپنی بیوی کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔ مولانا لکھتے ہیں یہاں یہ پیچیدہ سوال ہے کہ وہ اس جماعت سے روپوش ہو گیا جس میں آدم اپنی اولاد کے ساتھ تھے تو قائن کو عورت کہاں سے ملی۔ نسل انسانی اس وقت پھیلی نہ تھی وہ جس علاقہ میں آدم تھے، اسی علاقہ تک محدود تھی تو یہ عورت اس کو کہاں سے ملی؟ میں تو اس کو خواب و خیال میں سمجھتا ہوں کہ بجائے انسانی عورت کے بندروں کی ایسی مادہ سے جو انسانوں سے شکلاً و صورتاً زیادہ قریب تھی اسی سے قائن نے نسل کشی کا کام لیا لیکن کیا کہا جائے کہ دیکھنے والوں کو کچھ اسی قسم کا خواب دکھایا گیا ہے۔ ننھیال بدل جانے کی وجہ سے قائن کی آئندہ نسلوں میں کچھ کوتاہیاں فطرتاً گئیں۔ اسی سے شاید پچھلے دنوں یورپ میں یہ غلغلہ جو بلند ہوا کہ انسانی شجرہ نسب کی انتہا سائنس کی رو سے بندروں پر ہوتی ہے (تذکرۃ بسورۃ الکھف، مکتبہ خلیل، لاہور، ص 231-233ء)

مولانا کا بیان کردہ نکتہ دلچسپ ضرور ہے مگر اس سے اتفاق کرنا مشکل ہے اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

■ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ قاتل (قابیل) لعنتی ہو کر اکیلا ہی نکلا اور اس کی بیوی اس کے ساتھ نہ تھی تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی بیوی نے پوری زندگی بے شوہر کے گزاری کیونکہ آدم کی شریعت کے مطابق تو صرف قابیل ہی اس کا شوہر ہو سکتا ہے کو تو اس کو اسد کی فطری و طبعی ضروریات کی عدم تسکین کی سزا کس جرم میں ملی؟

■ کسی فرد کے قاتل ہونے سے کسی عورت کا اس کی بیوی نہ ہو سکنا یا ان کے مابین نکاح کا شرعاً حرام ہو جانا یہ شرائع سابقہ میں کسی شریعت میں ایسے حکم کا اشارہ نہیں ملتا کہ کوئی عورت قاتل کی بیوی نہیں بن سکتی یا اس کے قاتل ہونے کے بعد اس کی منکوحہ نہیں رہتی تھی۔ بلکہ قابیل کے واقعہ سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں قصاص کا حکم بھی نہیں تھا۔

■ بائبل میں اس بات کا عدم ذکر کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ نکلا اس بات کی دلیل کس طرح ہے کہ وہ ساتھ نہیں تھی۔ عورت اپنے شوہر کے تابع ہوتی ہے اور اس کے ساتھ کا ذکر نہ ہونا، اس کے ساتھ نہ ہونے کا ثبوت نہیں۔ قرآن کا کہنا ہے فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اس آیت میں صرف حضرت آدمؑ کے توبہ کرنے اور قبول ہونے کا ذکر ہے تو یقیناً ان کی زوجہ حضرت حواؑ اس کے تابع شامل ہیں۔ کیونکہ یہ تو قرآن کی ہی شہادت ہے کہ آدم و حوا علیہما السلام دونوں کو شیطان نے بہکایا وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ۔ (البقرہ: 36) لیکن توبہ میں حضرت حوا کا ذکر نہیں ہے تو کیا اس سے استدلال کیا جاسکتا کہ حضرت حوا نے توبہ کی ہی نہیں (العیاذ باللہ)

■ انسان ایک علیحدہ نوع ہے اور بندر حیوانات کی علیحدہ نوع۔ ایک نوع کا نسب دوسری نوع سے چلنا عقلاً بھی ناممکن ہے اور فطرتاً بھی، اگر ایسا ہونے لگے تو پھر کوئی نوع، نوع نہ رہے اور نسب، نسب نہ بنے۔ اس لیے بندر سے بندر جنم لیتا ہے انسان سے انسان۔

■ یہ بات مان لینے سے کہ قابیل کی اولاد بندروں سے ہے تو ڈارون کی تھیوری کا جزوی اثبات ہوتا ہے۔

نکتہ 62:

کل 27 رمضان المبارک 1376ھ کو ایم اے کی جماعت کے سامنے آیات قرآنی کے باہمی ارتباط و تعلق پر درس ہو رہا تھا۔ کائنات مادی و کائنات روحانی کی باہمی مشابہت کا ذکر اسی سلسلہ میں جب آیات من جملہ دوسری مشابہتوں کے زبان سے لاتنقضی عجائبہ کی تفصیل میں نکل گیا کہ آج تیس چالیس سال تک قرآن پڑھتا ہوں تقریباً ہر روز نئی بات کا جدید علم اس کتاب سے میسر آتا ہے۔ آج 27 رمضان المبارک کی صبح سورۃ یوسف پڑھ رہا تھا حسب ذیل نتائج ہاتھ آئے

1۔ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا²⁴⁸ سے معلوم ہوا کہ ایمان کا صلہ جب لام کے ساتھ آتا ہے تو اس وقت مؤمن بہ کی بات ماننے کی طرف اشارہ ہوتا ہے وھذا ان شاء اللہ یفید فی کثیر من مواضع الكتاب²⁴⁹

قرآن تو اس سلسلے میں خاموش ہے کہ قابیل کا قتل کے بعد کیا معاملہ ہوا۔ بائبل میں اس سے متعلق معلومات ملتی ہیں اور بائبل میں صراحتاً ہے کہ وہ "بیوی" کے پاس گیا تو اس لفظ بیوی کو "بندریا" سے تبدیل کرنے کے لیے کون سا عقلی، تاریخی اور تشریعی جواز موجود ہے؟ اور انسان کے حوالے سے بیوی کا لفظ اپنے مرئی، لغوی، اصطلاحی معنی میں بالکل واضح ہے۔ اس کو کسی طرح بھی مجازاً بندریا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

²⁴⁸ یوسف: 17

²⁴⁹ یہ نکتہ کتاب حکیم قرآن مجید کی مختلف آیات میں جہاں اس طرح ایمان کا صلہ (preposition) لام کے ساتھ آیا ہے وہاں قرآنی آیات کی معنویت کی تفہیم میں مفید ہوگا۔

بی کشد چون اشتر مست این جوال
 از جهان مرگ سوئے برگ رو
 در میان این دو مرگ او زندہ است
 پشم بگزینی شتر نبود ترا
 بے فتور و بے گمان و بے ملال²⁵⁸
 چوں بقا ممکن بود فانی مشو²⁵⁹
 این مطوق شکل جائے خندہ است²⁶⁰
 در بود اشتر چه قیمت پشم²⁶¹

²⁵⁸ جس نے است کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہو جاتا ہے وہ مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو اٹھاتا ہے بغیر سستی، بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے (مثنوی مولانا جلال الدین رومی، رفتن ہر دو خصم نزد او، دفتر سوم، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، ص 228، 1976ء)

²⁵⁹ موت کی دنیا سے ساز و سامان کے عالم کی جانب چل، جب بقا ممکن ہے تو ہلاک نہ ہو (ایضاً تھ آس شخص کہ دعویٰ پیغامبری می گرد، دفتر پنجم ص 121، 1978ء)

²⁶⁰ وہ ان دو موتوں کے درمیان زندہ ہے۔ یہ طوق بنی ہوئی شکل ہنسنے کا مقام ہے (انسان غم کی شدت سے بھی موت کے قریب پہنچ جاتا ہے اور خوشی کی انتہا پہ بھی اس کی سانس رکنے لگی دونوں طرف موت ہے اس کے درمیان انسان زندہ ہے اور جسم کا طوق روح کے گلے میں پھنسا ہوا ہے) (ایضاً، حکایت آں بادشاہ زادہ کہ پادشاہی حقیقی بوی روی نمود یوم غیر المرء من اخیہ، دفتر چہارم، ص 296، 1977ء)

²⁶¹ اگر تو اون پسند کرے گا تو اونٹ تیرے نہ ہوں گے اور اگر اونٹ ہیں تو اون کی کیا قیمت (اگر اون کی فکر میں لگا ہے گا تو اونٹ تیری ملکیت میں کبھی نہیں آسکتے اور اگر اونٹ تیرے ہو جائیں تو پھر اون کی کچھ قیمت نہیں) (مثنوی، اختیار کردن پادشاہ دختر زاہد را از جہت پسر، دفتر چہارم، ص 299، 1977ء)

ہر کہ کار و قصد گندم باشدش
 کاه خود اندر تیج می آیدش 262
 بست قدرت ہر کسے را ساز دار
 عجز بہتر مایہ پرہیز گار 263
 جلد ہا و چارہ ہا گر اژدھا ست
 پیش اللہ آہا جملہ لا است 264
 آن خداوندی کہ دار ندت عوام
 باز بستانند از تو مہمچہ وام
 آن خداوندی تو از بندگی
 کمتر است از باز دہنی اندگی 265

262 جو کوئی بوتا ہے تو اس کا ارادہ گندم حاصل کرنے کا ہی ہوتا ہے بھوسہ تو اس کو تبعاً حاصل ہو جاتا ہے۔ (مثنوی، گفتن شیخ مرزا بایزیدؒ کہ کعبہ منم گرد من طواف کن، دفتر دوم، ص 215، 1976ء)
 263 قدرت و اختیار ملنا ہر ایک کے لیے مناسب نہیں ہے۔ پرہیز گار کے لیے عاجزی بہت عمدہ سرمایہ ہے (مثنوی، استدعا آن مرد از موسیٰ زبان بہایم و طیور و قبول کردن موسیٰ یا امر حق، دفتر سوم، ص 316)
 264 جیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدھا کی طرح ہوں (یعنی ہر مقابل اور دشمن کو خوف زدہ کر سکتی ہوں، زیر کر سکتی ہوں) بنی اللہ کے مقابلے میں "لا" ہیں (یعنی ذات باری تعالیٰ کی قدرت و امر کے آگے معدوم محض ہیں)
 265 وہ آقاؐ جو تجھے عوام نے دی ہے قرض کی طرح ہے وہ تجھ سے واپس لے لیں گے۔ تیری وہ آقاؐ غلامی سے کتر ہے تو سمجھ لے۔ (مثنوی، نو میدان شدن موسیٰ از ایمان آوردن فرعون، دفتر چہارم، ص 266)
 ہمدانقل نے ان معانی کو اشعار میں یوں حسن عطا کیا ہے:

خارج کی جو گد اہودہ قیصری کیا ہے
 بگم فقر میں شاہ سکندری کیا ہے
 کہ جانتا ہوں مال سکندری کیا ہے
 اسی خطا سے عتاب ملوک ہے مجھ پر
 خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے
 کسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن
 (الکلیات اقبال اردو، (ہال جبریل)، اقبال اکیڈمی، لاہور، ص 379، 1990ء)

نکتہ علمیہ

نکتہ 64:

الانسان لا يخلو عن طلب نفساً واحداً يقوم به لأمر ما، یعنی آدمی کسی نہ کسی قسم کی طلب اپنے اندر رکھتا ہے چاہے اس طلب کو مجہول بنالے الا من جهة واحدة وهو أن يكون متعلق طلبه ما يحدثه الله في العالم في نفسه أو في غيره فما وقعت عليه عينه أو تعلق به سمعه أو وجدته في نفسه أو عامله به أحد فليكن ذلك عين مطلوبه المجهول قد عينه له الوقوع فيكون قد وفي حقيقة كونه طالباً وتحصل له اللذة بكل واقع منه أو فيه أو من غيره أو في غيره کبھی حس و حرکت پیدا نہ ہوگی فإن اقتضى ذلك الواقع التغيير له تغير لطلب الحق منه التغير وهو طالب الواقع والتغير هو الواقع وليس بمقهور فيه بل هو ملتذ في تغييره كما هو ملتذ في الموت للتغير وما ثم طريق إلى تحصيل هذا المقام إلا ما ذكرناه فلا تقل كما قال من جهل الأمر فطلب المحال فقال أريد أن لا أريد وإنما الطلب الصحيح الذي تعطيه حقيقة الإنسان لا أن يقول أريد ما تريد²⁶⁶

²⁶⁶ ترجمہ: ہر انسان ہر حال میں کسی نہ کسی طلب کو اپنے وجود میں پاتا ہے اور اس کی طلب کا مرکز مجہول اور غیر متعین ہونا چاہیے مگر ایک جہت سے نہیں (کیونکہ معلوم و متعین کی طلب کے عدم تحصیل سے رنج و پریشانی اور ذاتِ باری تعالیٰ سے بدگمانی کا امکان ہوتا ہے) طلب کو متعین بنانے کی جہت یہ ہے کہ یہ طلب اللہ کی طرف سے کائنات میں، یا اس کی ذات میں یا اس کے علاوہ میں حدوث کے فیصلوں سے متعلق رہے پس جو بھی اس پر واقع ہوگا، اس کی بصارت، سماعت و ذہن پر جو امر الہی کا فیصلہ ہو، یا اس کے ساتھ کسی دوسرے کی طرف سے کوئی معاملہ ہوگا تو اس کا مجہول مطلوب معین بن جائے گا (یعنی اللہ کا حکم اور نفاذ امر ہی اس کا معین مطلوب قرار پائے گا) اس سے وہ حادثات و واقعات سے تلذذ حاصل کرے گا چاہے اس پر کچھ وارد ہو یا کسی غیر پر، اس کی طلب جب امر الہی کے موافق ہوگی تو تغیر و بے ثباتی اس کا مطلوب رہے گی وہ درحقیقت تغیر کا طالب رہے گا اور وہ بھی خود کو مجبور و مقہور سمجھتے ہوئے نہیں بلکہ یہ تغیر اس کے لیے باعثِ لذت ہوگا۔ یہ نہیں کہنا چاہیے جیسا کہ بعض حقیقت سے غافل لوگوں نے کہا اور محال امر کو طلب کیا ہے کہ کہا "میں

نکتہ 65: ابن عمرؓ والی روایت جس میں پوچھنے والے نے پوچھا کہ عثمانؓ احد سے بھاگے؟ بدر میں نہ تھے؟ اور بیعت الرضوان میں پیچھے رہ گئے (تخلّف) ابن عمرؓ نے ہر ایک بات کی تصدیق کی فکبر (یعنی رائل اللہ اکبر کے ساتھ چیخ اٹھا) روایت مشہور ہے ابن عمرؓ نے سب کا جواب دیا۔ اما احد فاشہد ان اللہ معہ عند وفی بدر کان مکثہ بامر النبی و کذا فی بیعة الرضوان ذهب بامرہ الی مکة²⁶⁷

چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں " طلب صحیح یہ ہے کہ کہے جو کہ انسان کی حقیقی عطا ہے "میں وہی چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے" (الفتوحات المکیة، الباب الرابع والسبعون و ثلاثا وثماتین۔ فی معرفۃ منزل الرؤیۃ والرتبہ وسوا یتقاً الاشیاء۔۔۔ ج 3، ص 449)

²⁶⁷ بخاری کی روایت یہ ہے جاء رجل من أهل مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتِ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا فَقَالَ مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَقَالُوا هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنْ الشَّيْخُ فِيهِمْ قَالُوا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُمَانَ قُرَيْشٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغْيِبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغْيِبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَى أَبَيْنُ لَكَ أَمَّا قِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ وَأَمَّا نَعْيُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيضَةً فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَوْ سَهْمَهُ وَأَمَّا تَغْيِبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِطَنِ مَكَّةَ مِنْ عُمَانَ لَعَفَا مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ فَقَالَ هَذِهِ لِعُثْمَانَ فَقَالَ مَاذَا عَمَرَ أَذْهَبَ بِهَا الْآنَ مَعَكَ۔

بدنش عمروالوں میں سے آیا اور اس نے حج کیا بیت اللہ کا تو ایک جگہ چند لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا یہ کون لوگ تھے؟ انہوں نے کہا یہ قریش ہیں اس نے پوچھا ان کا شیخ کون ہے؟ لوگوں نے کہا عبد اللہ بن عمر اس شخص نے ابن عمر کی طرف توجہ ہو کر کہا ابن عمر! میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم اس کا جواب دو کیا تم کو معلوم ہے کہ عثمان جنگ احد میں کسے سے تھے ابن عمر نے کہا ہاں! ایسا ہی، وہ اتھا پھر اس نے پوچھا تم کو معلوم ہے کہ عثمان بدر کے معرکہ سے غائب تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر اس نے کہا تم کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت

آج خیال آیا کہ کسی کی تحقیر کا منطقی طریقہ یہ کتنا اچھا ہے کہ اس کے متعلق جو بظاہر کمزوریاں مشہور ہوں ان کو اجاگر کر کے دکھایا جائے۔ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ یوم الزحف²⁶⁸ جیسے گناہ کی بھی مغفرت ہو سکتی ہے۔

نکتہ 66:

ٹھہروں تو کہاں ٹھہروں، جاؤں تو کہاں جاؤں ہر خطرے سے خالی ہو، اس گھر کو کہاں پاؤں

رضوان میں بھی شریک نہ تھے اور غائب رہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں! اس پر اس شخص نے اللہ اکبر کہا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ ادھر آئیں تجھ سے حقیقت حال بیان کروں احد کے دن عثمان کا بھاگ جانا تو اس کے متعلق یہ ہے کہ خدا نے ان کے اس قصور کو معاف فرما دیا اور ان کو بخش دیا اور بدر کے دن عثمان کا غائب ہونا اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ان کی بیوی تھیں اور وہ (اس زمانہ میں) بیمار تھیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو ان کی خبر گیری کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا) اور فرمایا عثمان کو بدر میں حاضر ہونے والے شخص کا ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں سے بھی پورا حصہ ملے گا رہا بیعت رضوان سے عثمان کا غائب رہنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مکہ میں عثمان سے زیادہ ہر دل عزیز باعزت کوئی شخص ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو مکہ روانہ فرماتے لیکن ایسا نہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکہ روانہ کیا اور ان کے جانے کے بعد بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا اور بیعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دامن ہاتھ کو اٹھا کر کہا یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اس ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو میرے اس بیان کو لے جا جو میں نے تیرے سامنے دیا ہے یہی بیان تیرے سوالات کا مکمل جواب ہے۔ (الجامع الصحیح، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان، ج 2، ص 463، حدیث نمبر 3698)

²⁶⁸ جنگ سے فرار

کس چوٹ کو میں روکوں، کس چوٹ کو میں کھاؤں
 مدعی اس کا لغو ہے بکتا
 عافیت کا یہی ہے اک رستا
 سامنے صبح و مسا
 ارحم الراحمین کا جلوہ²⁶⁹

موتوں پہ یہاں فتنے، ہر روز ابھرتے ہیں
 کچھ نہ چاہوں یہ ہو نہیں سکتا
 حق جو چاہے وہی بنے مطلوب
 ہو کس چیز کی پروا
 یعنی از ذرہ تا بارح سما

نکتہ 67:

او بگز راند بکفران رخت را
 رخت را نزدیک ترواے نہد
 کردہ اسباب ہزیمت اختیار
 حملہ کردہ سوئے صفِ دشمنان
 ہم ز ترس آں بدول اندر خویش مرد
 زان پدید آمد شجاع از ہر جبال

لیک چون رنجے دھد بد بخت را
 نیک بختے را چو حق رنجے دھد
 بد دلاں از بیم جاں درکار زار
 پہ دلاں در جنگ ہم از بیم جاں
 متماں را ترس و غم وا پیش بُرد
 نہ ن محک آمد بلا و بیم جاں

از قضا ہم در قضا باید گریخت 270

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گسیخت

- 270 (ا) لیکن (اللہ تعالیٰ) جب کسی بد نصیب کو رنج و تکلیف میں مبتلا کرتا ہے تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرتا ہے۔
- (ب) جب اللہ تعالیٰ کسی خوش بخت کو تکلیف کی آزمائش میں ڈالتے ہیں تو وہ اور زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے (شدت غم میں قلب کا شاکر و صابر ہونا قرب الہی کی منزلوں کے حصول میں انتہائی سرعت کا باعث بنتا ہے)
- (ج) بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے پسپائی کے اسباب اختیار کر لیے (ساکین راہِ خدا میں سے جو بے صبرے اور تھرد لے تھے وہ آزمائشوں سے گھبرا کر راستہ چھوڑ گئے)
- (د) بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے دشمنوں کی صف پر حملہ کر دیا (عزم و ہمت والے راہِ خدا کے مسافروں کو بھی خوف و خطر نے اسی طرح گھیرا جس طرح بزدلوں کو گھیرا تھا۔ وَإِذْ أَخَذَ الْإِبْرَاهِيمُ بَيْعَتَ الْقُلُوبِ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا کی بجلیاں ان پر بھی کڑکیں مگر انہوں نے بد گمانیوں، وسوسوں اور نفسانی خیالوں کے لشکروں پر یقین کی تلواروں کے ساتھ پیش قدمی کی)۔
- (ه) بہادروں نے خوف اور غم کو آگے بڑھایا بزدل خوف سے خود بخود مر گیا (انسان کے ظرف کے فرق سے حصول میں فرق واقع ہوتا ہے۔ ورنہ حالت تو ایک سی ہی وارد ہوتی ہے)
- (ز) جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا۔ اس وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہو گیا (اسی کو قرآن نے کہا أَحْسِبِ النَّاسُ أَنْ يَتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا ءَامَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (العنکبوت))

(ر) خلاصہ یہ ہے کہ جو شیطانی وسوسہ کی ہر جانب سے جدا ہو گیا اس کو قضاء خداوندی سے قضاء کی جانب بھاگنا ہے (یعنی انسان وسوسوں سے بچ کر اعمالِ صالحہ پر لگا رہے حالت رنج و الم کی ہو یا راحت و مسرت کی، کیونکہ رنج بھی قضاء الہی سے وارد ہوتا اور خوشی بھی اسی کے حکم کا نتیجہ ہے تو انسان ایک خدائی فیصلے سے دوسرے خدائی فیصلے میں آتا جاتا رہتا۔ اصل

نکتہ 68: المصافحة بعد الصبح والعصر

وقال عز العلماء (عز بن عبد السلام) انها من البدعة المباحة²⁷¹

(القواعد له، ج 2، ص 196)

نکتہ 69: مسئلہ قتل المرتد

ظاہر ہے کہ قرآن میں نص قطعی اس باب میں پایا نہیں جاتا ہے الا ان دخلها تحت آية انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا²⁷² وذكر السر خسي انهم بعضهم

بات کو اپنے کسب و اختیار کی حد تک اللہ کی رضا جوئی کے لیے نیکی میں لگ جانا ہے) (مثنوی، ترجمہ قاضی سجاد حسین، تفسیر آیہ کریمہ وما خلقنا السموات والارض وما بينهما، دفتر چہارم ص 279)

²⁷¹ امام عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام نے لکھا ہے: والبدع المباحة امثلة منها: المصافحة عقب الصبح والعصر ومنها التوسع في اللذيذ من المآكل والمشارب والملابس والمساكن ولبس الطيالة وتوسع الاكمام وقد يختلف في بعض ذلك فيجعله بعض العلماء من البدع المكروهة. مباح بدعتوں کی مثالوں میں سے یہ بھی ہیں صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا، کھانے، پینے اور پہننے کے تلذذات میں وسعت اختیار کرنا، سیاہ یا بزم چادریں اوڑھنا، اوڑھنے کی چیزوں میں توسع اختیار کرنا، بعض علماء نے ان میں سے کچھ کے بارے اختلاف کیا ہے اور انہیں مکروہ بدعات میں شمار کیا ہے۔ (عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام الدمشقی، قواعد الاحکام فی مصالح الانام تحقیق محمد دین التلامیذا شقیطی، دار المعارف بیروت، ج 2 ص 173 م س۔ ن)

²⁷² المائدہ: 33، ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کے درپے ہوتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھایا جائے یا مخالف سمتوں میں ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا جلا وطن کر دیا جائے۔

يقولون ان حكم المرتد يفهم من قوله تعالى تقاتلونهم او يسلمون²⁷³ ره گئی حدیث من بدل دینہ فاقتلوه²⁷⁴ اس میں بھی من کی عمومیت باقی نہیں رہی ہے۔ فان ابا حنیفة قد اخرج منها

273 شمس الائمہ السرخسی نے المبسوط میں تحریر فرمایا ہے عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ بَعَثَ اللَّهُ تَعَالَى رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعَةِ سَيُوفٍ سَيْفٍ قَاتِلٍ بِهِ بِنَفْسِهِ عَبْدَةَ الْأَوْثَانِ وَسَيْفٍ قَاتِلٍ بِهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْهُ أَهْلُ الرِّدَّةِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى { تَقَاتِلُوهُمْ أَوْ يُسْلِمُوا } (الفتح: 16) (المبسوط تحقيق خليل محي الدين الميس، دار الفكر، بيروت، 102، ص 3، كتاب السير، 2000ء/1421ھ) اسی طرح لکھتے ہیں فَأَمَّا الْمُزْتَدُونَ وَعَبْدَةُ الْأَوْثَانِ مِنَ الْعَرَبِ لَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ الْجِزْيَةُ وَلَكِنَّهُمْ يُقَاتِلُونَ إِلَى أَنْ يُسْلِمُوا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى { تَقَاتِلُوهُمْ أَوْ يُسْلِمُوا } (ص: 11)

274 یہ حدیث مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کی تمام کتب میں موجود ہے۔ مسلم میں قتل مرتد کی فعلی حدیث ہے ذیل میں سب کے حوالہ جات ذکر کیے جاتے ہیں: 1۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ بیروت، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم باب حكم المرتد والمرتدة، حدیث نمبر 6922، ج 4، ص 313، 1423ھ/2003ء، 2۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، تحقیق ڈاکٹر سید محمد السید، دار الحدیث، القاہرہ، کتاب الحدود، باب الحكم فمن ارتد، حدیث نمبر 4351، ج 4، ص 1860، 1420ھ/1999ء

3۔ النسائی، احمد بن شعيب، السنن، تحقیق شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم، مؤسسة الرسالة بیروت، کتاب المحاربة، باب الحكم في المرتد، حدیث نمبر 3509، ج 3، ص 441، 1421ھ/2000ء

4۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوينی، السنن، دار الفكر، بیروت، کتاب الحدود، باب المرتد عن دینہ، حدیث نمبر 2535، ص 588، 1424ھ/2003ء

5۔ الترمذی، ابو عیسیٰ، السنن، تحقیق محمد محمود حسن نضار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الحدود، باب ما جاء في المرتد، حدیث نمبر 1458، ج 2، ص 415، 1421ھ/2000ء

النساء وَالْمُصَابِ وَالْمُزَاهِقِ الْعَاقِلِ وَالسَّكَرَانِ²⁷⁵ وذكر ابن رشد ان في الكفر بالمآل اي التكفير الذي يصدر عن عامة العلماء ففي قول واحد عن مالك لا يقتل بل يؤدب (انظر بداية المجتهد)²⁷⁶

²⁷⁵ امام ابو حنيفہؒ نے من کے عموم سے عورتوں، مجانین، بچوں (قریب البلوغ ہوں) اور نشے کی حالت والوں کو ارتداد کے باعث قتل کیے جانے کے حکم سے خارج قرار دیا ہے:

▪ ولا تقتل المرتد بل تحبس حتى تسلم (ابن نجيم، عبد الله بن احمد، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، تحقيق: شيخ زكريا عمراث، دار الكتب، العلمية، بيروت، طبع اول، ج 5، ص 217، 1418ھ/1997ء،

▪ وارتداد الصبي والعاقل صحيح كاسلامه ويجبر عليه ولا يقتل (ايضاً 231)

▪ واذا ارتداد الغلام المراهق لم يقتل (المبسوط، دراسة و تحقيق: خليل محي الدين الميس، دار الفكر بيروت، كتاب السير، ج 10، ص 205، ص 210)۔

²⁷⁶ ابن رشد، ابو الوليد، محمد بن احمد، القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، مطبع مصطفى البابي الحلبي واولاده، مصر، ج 2،

ص 458، كتاب الحرابة، 1395ھ/1975ء۔ علامہ ابن رشد لکھتے ہیں: وَاخْتَلَفَ قَوْلُ مَالِكٍ فِي التَّكْفِيرِ بِالْمَالِ (وَمَعْنَى التَّكْفِيرِ بِالْمَالِ: أَنَّهُمْ لَا يُصَرِّحُونَ بِقَوْلِهِمْ كُفْرًا، وَلَكِنْ يُصَرِّحُونَ بِأَقْوَالٍ يُلْزَمُ عَنْهَا الْكُفْرُ، وَهُمْ لَا يَعْتَقِدُونَ ذَلِكَ الْإِلْزَامَ)، وَأَمَّا مَا يُلْزَمُ هَؤُلَاءِ مِنَ الْخُطُوبِ إِذَا ظَفَرَ بِهِمْ، فَحُكْمُهُمْ إِذَا تَابُوا أَنْ لَا يَقَامَ عَلَيْهِمْ حَدُّ الْحِرَابَةِ، وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهُمْ مَا أَخَذُوا مِنَ الْمَالِ إِلَّا أَنْ يُوجَدَ بِيَدِهِ فَيُرَدَّ إِلَى رَبِّهِ. وَإِنَّمَا اخْتَلَفُوا هَلْ يُقْتَلُ قِصَاصًا مِنْ قَتْلٍ؟ فَقِيلَ يُقْتَلُ وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ، وَأُضْبِغَ، وَقَالَ مُطَرِّفُ وَابْنُ الْمَاجَشُونِ عَنْ مَالِكٍ: لَا يُقْتَلُ، وَبِهِ قَالَ الْجُمْهُورُ، لِأَنَّ كُلَّ مَنْ قَاتَلَ عَلَى التَّأْوِيلِ فَلَيْسَ بِكَافِرٍ بَشَرَةً۔

مال کے اعتبار سے تکفیر کے حکم کے مسئلہ میں امام مالکؒ کا قول مختلف ہے (تکفیر بالمآل کے معنی یہ ہیں کہ قاتلین اس قول کو صراحت سے نہیں کہتے جو کفر ہو بلکہ وہ ان اقوال کو صراحت سے کہہ رہے ہوتے ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور وہ اس لزوم کا اعتقاد نہیں رکھتے) اور وہ لوگ جو کہ ان کفریہ اقوال کا التزام نہیں کرتے جب ان پر غلبہ پالیا جائے تو ان کا حکم یہ

ہو گا کہ اگر وہ توبہ کریں تو ان پر حد الحرابہ قائم نہیں کی جائے گی اور ان سے وہ مال واپس نہیں لیا جائے گا جو انہوں نے چھینا، مگر وہ مال جو ان کے ہاتھوں میں پایا جائے وہ اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے گا۔ انہوں نے اختلاف کیا ہے کہ کیا ان کو قصاصاً قتل کیا جائے گا تو کہا گیا کہ قتل کیا جائے گا اور یہ قول عطاء کا ہے، اصبح کا ہے جبکہ مطرف اور ابن الماجشون نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا اور یہی قول جمہور کا ہے کیونکہ جنہوں نے بھی تاویل کے ساتھ قتال کیا تو وہ کافر نہیں ہیں۔

مولانا کی یہ بیاض ان کے ان خیالات کا مجموعہ ہے جن پر وہ مزید غور و فکر کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس لیے اس عبارت میں بیان کردہ اشکالات و سوالات بھی مولانا کے نہیں ہو سکتے۔ مولانا کثیر العلم بھی تھے، کثیر التحریر بھی اور جراتِ اظہار بھی فراوان تھی۔ اگر مولانا کی یہ رائے ہوتی تو آپ نہ اظہار سے گریز کرتے اور نہ اصرار سے۔ اس لیے ان کے ان اشکالات کی حیثیت قابلِ تنقیح نکات کی ہے جس کو وہ نقد و جرح کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے تھے۔ ذیل میں قتل مرتد کی سزا پر ان سوالات و اشکالات کو مد نظر رکھتے ہوئے عمومی نقد کی جاتی ہے:

(۱) کسی شرعی حکم کے اثبات کے لیے یہ مطالبہ کرنا کہ اسے قرآن سے ہی ثابت کریں یا اگر کوئی حکم قرآن سے ثابت نہ ہو تو اس کی تشریحی حیثیت کمزور یا ثانوی ہو جاتی ہے، درست نہیں۔ مصادرِ شریعت قرآن و سنت ہیں اور دونوں کے مصدر ہونے میں کسی طرح کی بھی درجہ بندی نہیں ہے کہ قرآن مصدرِ اول ان معنوں میں سمجھا جائے کہ اس کے علاوہ مصدرِ تشریع جو بھی ہو گا وہ دوسرے درجے کا ہو گا۔ اگر مصادرِ شریعت میں پہلے قرآن کو ذکر کیا جاتا ہے اور پھر سنت و حدیث کو تو یہ ترتیب محض ذکر کرنے کی ترتیب ہے جس کی وجہ ادب ہے کہ ادباً کتاب اللہ کو پہلے لکھا، بولا اور بتایا جاتا ہے اور رسول ﷺ کے اقوال و افعال کو دوسرے مرحلہ پر ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن نے ہر گز یہ نہیں کہا کہ پہلے اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کی اطاعت کر کے فارغ ہو جاؤ تو پھر رسول ﷺ کی اطاعت شروع کر دو۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ لازم و ملزوم ہیں۔ رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر اللہ کی اطاعت ناممکن ہے۔ قرآن کو کتاب اللہ ماننے کا دار و مدار اطاعتِ رسول ﷺ پر ہے۔ آپ کے حکم کی بجا آوری کے نتیجے میں ہم قرآن کو کتاب اللہ مانتے

ہیں۔ اگر قرآن سے ثابت نہیں ہے کہہ کر کسی بات کو کمزور کہہ دیا جائے تو پھر تورجم، تعزیر خمر، سرقہ میں قطعید کی تفصیلات وغیرہم کچھ بھی قرآن سے ثابت نہیں ہے بلکہ شریعت کے عملی احکامات کا اکثر حصہ قرآن سے محض اصولی طور پر ثابت ہوتا اس کی عملی تفصیلات ہرگز قرآن سے ثابت نہیں ہوتیں اور بہت سے احکامات تو فی الاصل بھی قرآن سے ثابت نہیں کیے جاسکتے جیسا کہ قرآن کا سات قرأتوں میں نازل ہونا۔ حالانکہ یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ قرآن سات قرأتوں (باختلاف روایت دس متواتر قرأتوں) میں ہم تک پہنچا ہے

(ب) قرآنی آیات اپنے معانی پر متعدد طرق سے دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے کوئی حکم عبارتہ النص سے ثابت ہو یا دلالت، اشارہ اور اقتضاء النص سے، اسے قرآن ہی سے ثابت سمجھا جائے گا۔ لہذا کسی کا اگر یہ مطالبہ ہے کہ قرآن میں آیت دکھاؤ کہ جس میں صراحتاً مذکور ہو کہ "جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے کے بعد اسے ترک کر کے مرتد ہو جائے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا" یہ مطالبہ غلط ہے اور ناقابل مسموع ہے۔ اس لیے فقہاء و مجتہدین نے جن آیات سے قتل مرتد کی سزا کا اثبات کیا وہ درست ہے اور قرآن سے ہی ثابت ہے۔ کسی سائل کو حق حاصل نہیں کہ وہ مسئلہ شریعت کے ثبوت کے لیے اپنی مرضی کے الفاظ اور صراحت قرآن کی آیت میں طلب کرے جیسا کہ بعض لوگوں نے شراب کی حرمت کے متعلق کہا ہے کہ قرآن نے حرام تو نہیں کہا۔

(ج) کسی حکم شرعی میں فقہاء کے فروعی اختلافات سے وہ مسئلہ مرتفع نہیں ہو جاتا یا اس کو معطل نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ نکاح، طلاق، بیوع، حدود، اکل و شرب کے سینکڑوں احکامات میں فقہاء کا اختلاف ہے اس لیے سرے سے ان احکامات کو ہی معطل کر دیا جائے؟ جیسے نکاح کی شرائط میں فقہاء کا اختلاف ہے تو اس کی وجہ سے کیا نکاح کا ہی خاتمہ کر دیا جائے گا۔ سرقہ کی سزا میں سرقہ کے نصاب، قطعید کی مقدار اور دیگر متعلقہ مسائل میں فقہی اختلافات کی وجہ سے کیا حد سرقہ ساقط کر دی جائے گی؟ اگر یہ سب بربکار رہتے ہیں تو کیا

وجہ ہے کہ قتل مرتد کی سزا میں جزوی و فروعی اختلافات فقہاء کو بنیاد بنا کر قتل مرتد کی سزا کو ہی شریعت سے بے دخل کر دیا جائے؟

(د) فقہاء حنفیہ کے نزدیک اگر عورت، بچے، مجنون اور نشے میں دھت افراد کا ارتداد حکم قتل کے ذیل میں نہیں آتا تو اس سے یہ کس طرح استدلال کیا جاسکتا کہ ان کے نزدیک قتل مرتد کی سزا ساقط ہو گئی؟ فقہاء حنفیہ جنہوں نے ان افراد کا دلائل شرعیہ کی بنیاد پر استثناء کیا ہے، سے کوئی ایک جزئیہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس استثناء کے باعث کلی طور پر اس حکم کا اطلاق ختم کر دیا ہو؟

(ه) عام کی تخصیص کے بعد عام کی دلالت ظنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں مزید تخصیص کا احتمال باقی رہتا ہے نہ کہ یہ مراد ہے کہ عام کا حکم اختیاری (optional) ہو جاتا کہ دل چاہے تو عمل کرو نہ چاہے تو نہ کرو لہذا من بدل دینہ فاقتلوه کی مشہور حدیث میں اگر چند افراد کی تخصیص کی جائے تو اس کی دلالت ظنی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب قتل مرتد کی سزا برقرار رکھنے اور نہ رکھنے میں امت کو اختیار حاصل ہو گیا چاہے قتل مرتد کی سزا ساقط کر دے۔

(و) ابن رشد کے حوالے سے امام مالک کا جو قول نقل کیا گیا ہے اس کا تعلق مسئلہ ارتداد سے نہیں مسئلہ قصاص سے ہے۔ ہم نے پوری عبارت اوپر نقل کی ہے۔ اس میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر باغیوں پر جنہوں نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا ہو غلبہ پالیا جائے تو کیا انہیں قصاصاً قتل کیا جائے گا تو امام مالک کا قول ہے "لا یقتل"۔ قتل مرتد کا مسئلہ ائمہ اربعہ کے مابین متفقہ ہے۔ الفقہ علی مذاہب الاربعہ میں ہے۔ واتفق الائمة الاربعہ علیہم رحمۃ اللہ تعالیٰ: علی ان من ثبت ارتداده عن الاسلام۔ والعیاذ باللہ۔ وجب قتله، واھدر دمه (عبدالرحمان الجزیری، کتاب الحدود، بحث حکم المرتد، تعریف المرتد، ج 5، ص 372، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2003، 1424ھ)

(ز) یہ بات بالکل ناقابل فہم ہے کہ قتل مرتد کی سزا کے خاتمہ سے دین اسلام کا کون سا فائدہ منسلک ہے کہ اس اتفاقی مسئلہ کی تیغ کشی کی جائے۔ اگر کسی کا گمان ہے کہ قتل مرتد کی سزا کے باعث غیر مسلم بھی مسلمانوں کو تبلیغ نہیں

کرنے دیں گے اور کہیں گے کہ تم خود تو اجازت دیتے نہیں ہو تو ہم کیوں دیں؟ تو سوال یہ ہے کہ آج تک اسلام کی اشاعت اس لیے ہی ہوتی رہی ہے کہ غیر مسلم تبلیغ اسلام کی اجازت عنایت کرتے تھے اور ان کی اجازت، معاونت و سہولت کے باعث مسلمان مبلغین خوشی خوشی اسلام پھیلاتے تھے۔ یہ اسلام کی تبلیغ اور دعوت و عزیمت کی تاریخ سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ دین کافروں کی اجازت سے نہیں پھیلا بلکہ اس کی حقانیت، داعیان اسلام کی سرفروشی، صبر و ثبات اور عزم و ہمت نے دین کی اشاعت کا فرض سرانجام دیا۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ قتل مرتد کی سزا جو آج بالفعل کہیں نافذ نہیں اور اس کی حقیقت محض نظری و علمی ہے اس کو اشاعت دین میں رکاوٹ سمجھا جائے۔ حالانکہ یہ سزا ہزار سال نافذ رہی اور اس وقت دین مشرق و مغرب کے ہر کونے میں پھیل گیا اور آج یہ سزا محض کتابوں کے صفحات کی زینت ہے تو ہم کہیں کہ یہ اشاعت اسلام میں رکاوٹ ہے؟ اگر کسی کو یہ اشکال لاحق ہوتا ہے کہ ہم اسلام چھوڑنے والے کو اگر قتل کریں گے تو غیر مسلم بھی اپنے دین کو چھوڑنے پر قتل کرنے کا حق بعینہ رکھتے تو وہ پھر مسلمان ہونے والوں کو قتل کریں گے تو یہ تو قرآن کی شہادت ہے سورۃ البروج میں ارشاد ربانی قَتَلَ أَصْحَابَ الْأُخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوُقُودِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ۔ اسی طرح مشرکین مکہ نے دین اسلام قبول کرنے اور آبائی دین ترک کرنے پر صحابہ کرام کو ایذا میں دیں، ہر طرح کے رنج و الم سے دوچار کیا، بہت سے سیدہ زنیہ و سیمہ رضی اللہ عنہما کی طرح قتل کر دیئے گئے تو کیا دین اسلام مشرکین و کافرین کے عمل کی وجہ سے اپنے احکامات ہی منسوخ کر دے۔ قرآن نے فرعون کی کردار کا تذکرہ کیا ہے کہ ایمان لانے والوں کو اس نے کہا قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرٌ كُمْ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَا وَقَطَعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَا تُصَلِّبُنَا فِيْ خُذُوعِ النَّخْلِ وَلِتَعْلَمَنَّ أَيْنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَى۔ اس لیے اسلام قبول کرنے پر اہل کفر کی طرف سے تعذیب و تکلیف کا پہنچنا کوئی دلیل نہیں کہ ہم قتل مرتد کی سزا کا خاتمہ کر دیں۔ اگر کوئی قلبِ صمیم سے ایمان لائے گا تو اس کو قتل و ایذا کی کیا پرواہ اور کوئی دین فروش ہو گا تو وہ سلاً مسلمان ہونے کے باوجود چند ٹکوں کے عوض دین بدل لے گا۔ اور اگر کسی کا یہ وہم ہے کہ یہ سزا آزادی اظہار رائے کے خلاف ہے تو اس سے ہمارا سوال ہے کہ آزادی

اظہار رائے کی تعریف و حدود و قیود کو اس نے کس کے ذریعے متعین کیا ہے؟ اقوام متحدہ کے چارٹر کی قرآن و سنت کے مقابلے میں پرکاش کی بھی حیثیت نہیں۔ حیرت ہے ان دنیا پرست فقہاء پر جو اقوام متحدہ کے چارٹر کی شقوں کو دلیل شرعی کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے چارٹر سے آزادی اظہار رائے کی حدود متعین کر کے قرآن و سنت کی اصلاح کے درپے ہیں۔ قرآن و سنت نے جو آزادی اظہار رائے کی حدود متعین کر دی ہیں وہی حتمی حق ہیں۔ مرتد کو قتل کر دینا نبوی فیصلہ ہے اور اسی میں ہماری فلاح ہے۔ یہ کہنا کہ قتل مرتد کا حکم **وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيُكْفُرْ** (الکھف-29) کے خلاف ہے تو اس فہم کے مطابق تو پھر اکیلا قتل مرتد نہیں دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، جہاد و قتال، حدود و تعزیرات سب کچھ اس آیت کے خلاف بنے گا۔ لہذا پوری سیرت النبی کی معنوی تحریف کر کے ہی اس آیت کے مزعومہ بنائے جاسکتے ہیں ورنہ تو حقیقت واضح ہے۔ البتہ اس سے کسی کو اختلاف نہیں کہ ہر کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کو مرتد قرار دے کر اس کے قتل کے درپے ہو۔ کسی پر مرتد کا حکم لگانا علماء حق کا استحقاق ہے اور سزا کے نفاذ کی ذمہ داری قوت نافذہ کی ہے۔ عامی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں ارتداد و کفر کے فیصلے کر کے خود ہی سزا کا نفاذ کر کے فساد برپا کرے۔ عہد جدید کے فکری مفسدین کا طریقہ تحقیق یہ ہے کہ وہ اقوال شاذہ ڈھونڈ کر سنت متواترہ، اجماع صحابہ اور تعامل امت کے ذریعے ثابت و مستحکم ہونے والے مسلمہ اصولوں پر نقب لگاتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اصول کی روشنی میں شاذ اقوال کی توجیہ کی جائے اور استثنائی آثار و اخبار کو تطبیق و توفیق کے عمل سے گزارا جائے لیکن یہاں معاملہ الٹ ہے۔ ایک شاذ روایت یا جزئیہ ڈھونڈ کر اصول کو جڑ سے اکھاڑنے کی سعی ہوتی ہے۔ دین ساڑھے تینیس برس کے عرصے میں تدریجاً مکمل ہوا ہے۔ احکامات نسخ و تبدیل اور تخصیص و استثناء اور تدریج کے مراحل سے گزرے۔ اسی طرح اولین دور اجتہاد میں مجتہدین کی کثرت تھی اور ہر علاقے میں اہل اجتہاد متعدد ہوتے تھے اس لیے اقوال شاذہ کا پایا جانا کوئی مستبعد امر نہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ مذاہب فقہیہ چار کی تعداد میں محدود ہو کر مدون اور معمول بہ ہو گئے۔ اب کوئی شاذ جزئیہ پیش کرے کہ فلاں روایت میں یہ ہے اور فلاں امام کا ایک قول یہ

نکتہ 70: ونقل السرخسی آثاراً عجيبة فمنهما اكرموا الخبر فانه من بركات السماء
والارض ²⁷⁷

سادات کو سید کہنے کی وجہ

نکتہ 71:

بخاری میں ہے النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ إِلَى جَنْبِهِ يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ مَرَّةً
وَالْبِهِ مَرَّةً وَيَقُولُ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ (ص 530 - ج 1) ²⁷⁸

بھی منقول ہے تو اس سے مقصود شکوک و شبہات پھیلانا ہی ہو سکتا مسلمہ اصول کا بطلان کرنے کے لیے یہ اسلوب استدلال ہر گز مفید نہیں ہو سکتا۔

²⁷⁷ امام سرخسی نے عجیب روایات نقل فرمائی ہیں ان میں سے ایک ہے کہ روٹی کا اکرام کرو کیونکہ وہ آسمان وزمین کی برکتوں میں سے ہے (المبسوط، کتاب الکسب، ج 15، جزو 30، ص 299)

²⁷⁸ حضرت ابوبکرؓ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جبکہ آپ ﷺ منبر پر تھے اور حضرت حسنؓ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ ﷺ ایک مرتبہ صحابہؓ کی طرف دیکھتے اور ایک مرتبہ حضرت حسنؓ کی طرف پھر فرمایا: میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کے دو بڑے نبیوں میں صلح کروائے گا۔ (الجامع الصحیح، تحقیق: محمود محمد حسن نضار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسینؓ، حدیث نمبر 3746، طبع دہم فی مجلد واحد، 1430ھ/2009ء) مولانا نے اس روایت سے درست استنباط فرمایا لیکن یہ صرف سیدنا حسنؓ کی اولاد کے لیے سید کہنے کی دلیل تو بنتا ہے لیکن سیدنا حسینؓ کی اولاد کو بھی تو سید ہی کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے "عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ" (الترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن

نکتہ 72: کیا مشغلہ ہے اپنا، اے یار کیا بتاؤں پائے ہوئے کو ڈھونڈوں، کھوئے ہوئے کو پاؤں²⁷⁹

نکتہ 73: انما أجزع مما أتقي... فإذا حل فمالي والجزع؟

و كذا أطمع فيما أبتغي... فإذا فات فمالي والطمع؟²⁸⁰

نکتہ 74: ولا معنى لشكوى الشوق يوماً إلى ما يزول من العيان²⁸¹

نکتہ 75: سادات کا صدقہ سادات کے لیے حلال ہے عن ابی یوسف کذا ذکر السہیلی فی الروض ص 144 ج 1²⁸²

والحسین، تحقیق: محمود محمد حسن نصر، حدیث نمبر 3768، ج 4، ص 496، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ/2000ء)

²⁷⁹ مولانا گیلانی کی شعری کوشش ہے

²⁸⁰ ترجمہ: میں جس چیز سے ڈرتا ہوں اس کی وجہ سے آہ و بکا کرتا ہوں پس جب وہ وقوع پذیر ہو گئی تو مجھے کیا کہ جزع فزع کرتا ہوں۔

اسی طرح جو مجھے محبوب ہے اس کی طمع کرتا ہوں۔ پس جب وہ چھین گئی تو لالچ کیسا؟ الفتوحات المکیہ، باب فی ترک الرجاء (الباب الثالث ومائۃ، ج 2، ص 183)

²⁸¹ اس کو کسی ایک دن محبت (کے درد) کا شکوہ بے معنی ہے کہ وہ مشاہدے کے حال سے کبھی دور نہیں ہوتے۔ ایضاً،

باب فی مقام ترک السفر الباب الخامس والسبعون ومائۃ، ج 2، ص 291

²⁸² امام سہیلیؒ نے لکھا ہے " وَالصَّدَقَةُ النَّبِيِّ قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ هِيَ الْمَفْرُوضَةُ ذَوْنُ التَّطَوُّعِ قَالَهُ الشَّافِعِيُّ غَيْرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ تَحِلُّ لَهُ صَدَقَةُ الْفَرَضِ وَلَا التَّطَوُّعِ وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِ مَالِكٍ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ فَرَضُهَا وَلَا نَفْلُهَا وَلَا لِمَوَالِيهِمْ لِأَنَّ مَوْلَى

نکتہ 76: کش مکش اس وقت تک کیے جاؤ

نکتہ 77: لكل شيء إذا فارقه عوض... وليس لله أن فارقت من عوض 283

نکتہ 78: ومن عجب أني أحزن إليهم وأسأل شوقاً عنهم وهم معي

وتبكي عيني وهم في سوادها وتشتاقهم نفسي وهم بين أضلعي 284

الْقَوْمُ مِنْ أَنْفُسِهِمْ بِذَلِكَ جَاءَ الْحَدِيثُ وَقَالَ مَالِكٌ تَحَلَّ لِمَوَالِيهِمْ وَقَالَتْ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ أَنُؤْيُوسُفَ لَا تَحَلَّ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَدَقَةٌ غَيْرِهِمْ وَتَحَلَّ لَهُمْ صَدَقَةٌ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ - ترجمہ: امام شافعی کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو صدقہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں کیا، وہ صدقہ واجب ہے نہ کہ نفلی صدقہ۔ جبکہ امام مالک کا قول ہے کہ رسول ﷺ کے لیے کسی قسم کا بھی صدقہ لینا حلال نہیں تھا چاہے صدقہ واجب ہو یا نفلی، امام ثوری کا قول ہے کہ آل محمد ﷺ اور ان کے موالی (غلاموں) کے لیے بھی ہر طرح کا صدقہ چاہے واجب ہو یا نفلی حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ امام مالک نے کہا کہ موالی کے لیے لینا جائز ہے۔ ایک جماعت جن میں امام ابو یوسف شامل ہیں کا قول ہے کہ آل محمد ﷺ کے لیے ایک دوسرے سے صدقہ لینا حلال ہے۔ (السهيلي، عبد الرحمن بن عبد الله، الروض الانف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، تحقيق: عمر عبد السلام السلاوي، دار احياء التراث العربي، بيروت، ج 2، ص 224، 1421ھ/2000ء)

283 ہر چیز جو تجھ سے چھن جائے یا جدا ہو جائے اس کا کوئی نہ کوئی بدل موجود ہے لیکن اگر تو نے اللہ کو کھو دیا تو اس کا کوئی بدل ممکن نہیں (الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ منزل، الاشتراک عالم الغیب وعالم الشہادۃ من الحضرة الوسیہ۔ الباب الثانی والسبعون ومانتان، ج 2، ص 650)

284 کتنی عجیب بات ہے کہ میں شدت طلب میں ان کی طرف لپکتا ہوں اور میں شوق و دافستگی سے ان کے بارے پوچھتا پھرتا ہوں حالانکہ وہ میرے ساتھ ہیں میری آنکھیں ان کے لیے آنسو بہاتی ہیں حالانکہ وہ حلقہ چشم میں موجود ہیں۔ میری

نکتہ 79:

وَنَقْلُ السَّرِّ خَسِيٍّ مِّنْ سُبُأٍ إِلَىٰ عَلَىٰ كَرَمِ اللَّهِ وَجْهَهُ

لَنَقْلُ الصَّخْرِ مِنْ قَلَلِ الْجِبَالِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَنَنِ الرِّجَالِ

يَقُولُ النَّاسُ لِي فِي الْكَسْبِ عَازٍ فَقُلْتُ الْعَازُ فِي ذَلِّ السُّؤَالِ²⁸⁵

نکتہ 80: خواہ دنیا ہو خواہ ہو عقبیٰ بحر و بر، جن و انس و ارض و سما

مہر و ماہ کا ہر ذرہ ارحم الرحمین کا جلوہ²⁸⁶

جان ان کی مشتاق ہے حالانکہ وہ میری پسلیوں (میں موجود دل) میں ہیں۔ (الفتوحات المکیہ، باب معرفۃ المحبۃ، الباب الثامن والسبعون واما ج 2، ص 321) یہ اشعار ابن عربی کے ہیں دوسرے مقام پر انہوں نے اس طرح لکھے ہیں:

وَمَنْ عَجِبَ أَنِّي أَحْبَبْتُ إِلَيْهِمْ... وَاسْأَلْ عَنْهُمْ مَنْ رَأَى وَهْمًا مَعِي

وَتَرَصَّدَهُمْ عَيْنِي وَهَمٌ فِي سَوَادِهَا... وَيَشْتَاقُهُمْ قَلْبِي وَهَمٌ بَيْنَ أَضْلَعِي (باب فی معرفۃ علم منزل المنازل و ترتیب جمیع العلوم الکونیہ۔ منزل الاستخبار، ج 1، ص 236)

²⁸⁵ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب اشعار امام السرخسیؒ نے نقل کیے ہیں "کوہساروں کی چوٹیوں سے چٹانوں کو اٹھا کر لے جانا مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں لوگوں کے احسان کا بوجھ اٹھاؤں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھ سے محنت کر کے کمانے میں عار ہے میں کہتا ہوں کہ سوال کرنے کی ذلت میں اصل عار ہے۔ (المبسوط، کتاب الکسب، ج 15، ص 177)

(30) ص 304

²⁸⁶ اس بیاض کے دیگر صفحات پر بھی مولانا نے ان اشعار کو مختلف الفاظ و انداز میں تحریر کیا گویا یہ مشق شعر کا نمونہ ہیں۔ مولانا کے اکثر اشعار میں اوزان و بحر کے اعتبار سے جھول ہے۔

نکتہ 81: شیردانی۔ 3، چادر۔ 1²⁸⁷

ماأری جسمی له وطناً²⁸⁸

نکتہ 82: ضاع قلبی این اطلبہ

نکتہ 83:

در جوانی حاصل عمرم بہ نادانی گزشت آنچه باقی بود آن ہم در پشیمانی گزشت²⁸⁹

نکتہ 84: وعظ سے کسی کو اگر فائدہ نہ ہو: فعليه ان يتهم نفسه فان الله تعالى قال وامر فذکر فان الذکرى تنفع المؤمنین²⁹⁰

²⁸⁷ مولانا نے یادداشت کے لیے اشیائے استعمال لکھی ہوں گی۔

²⁸⁸ میرادل کھو گیا ہے میں اسے کس کے پاس ڈھونڈوں اور کہاں جا کے اس کے بارے میں پوچھوں ایسے لگتا ہے کہ میرا بدن اس کا گھر ہے ہی نہیں۔ (الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ مقام المحبۃ، الباب الثامن والسبعون وما یزید، ج 2، ص 3563)

²⁸⁹ جوانی میں عمر کا حاصل نادانی میں برباد کر دیا۔ باقی جو رہ گئی وہ پشیمانی میں گزر گئی۔ حکیم سنائی غزنوی کا شعر ہے۔

²⁹⁰ ابن عربی تحریر فرماتے ہیں:

فان كنت مؤمناً فان الذکرى تنفعك فاني قد امتثلت أمر الله بما ذكرك به وانتفاعك بالذکرى شاهد لك بالایمان قال الله عز وجل في حقى وفي حقك وذكرك فان الذکرى تنفع المؤمنین فان لم تنفعك الذکرى فانهم نفسک غمی ایمانک فان الله صادق وقد أخبر بأن الذکرى تنفع المؤمنین۔ اگر تو مؤمن ہے تو نصیحت سے تجھے فائدہ پہنچے گا۔ میں جو تجھے نصیحت کی ہے تو اللہ کے حکم کی فرمانبرداری میں ہے اور نصیحت کا تیرے لیے سود مند ہونا تیرے ایمان کا گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا میرے اور تیرے حق میں فرمان ہے نصیحت کر، نصیحت سے ایمان والوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ پس اگر تجھے نصیحت سے فائدہ نہیں ہوتا تو تیرے نفس نے تیرے ایمان کو بھٹکا دیا ہے۔ اللہ تو سچے ہیں اور انہوں نے

نکتہ 85: دوا سے پرہیز: عَنْ مَسْرُوقٍ وَغَيْرِهِ أَنَّ مَنْ اضْطَرَّ فَلَمْ يَأْكُلْ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ (شمس
الائمہ السرخسی، ص 365، ج 3) ²⁹¹

نکتہ 86: ضرورت سے زیادہ خوا مخواہ کھانے کے متعلق شمس الائمہ نے لکھا ہے

مَا يَزِيدُ عَلَى مِقْدَارِ حَاجَتِهِ مِنَ الطَّعَامِ فِيهِ حَقٌّ غَيْرُهُ، فَإِنَّهُ يَسُدُّ بِهِ جُوعَتَهُ إِذَا أُوصِلَهُ إِلَيْهِ بِعَوْضٍ أَوْ
بِغَيْرِ عَوْضٍ، فَهُوَ فِي تَنَاوُلِهِ جَانٍ عَلَى حَقِّ الْغَيْرِ، وَذَلِكَ حَرَامٌ ²⁹² وَنَقَلَ أَنَّ رَجُلًا تَجَشَّأَ فِي
مَجْلِسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ وَقَالَ نَحْنُ عَنَّا جُشَاءُكَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ
أَطْوَلَ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ شَبَعًا فِي الدُّنْيَا { } وَلَمَّا مَرَّ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبَبِ مَرَضِهِ فَقِيلَ: إِنَّهُ أَتَحَمَّ، قَالَ: وَمِمَّ ذَاكَ؟ فَقِيلَ: مِنْ كَثْرَةِ

خبر دی ہے کہ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ (الفتوحات المکیہ، باب وصیۃ حکمیۃ مستفیع بها المرید السالک والواصل
ومن وقف علیہا، باب المونی ستین وخمس مائۃ، ج 4، ص 449)

²⁹¹ مسروق رحمۃ اللہ سے روایت کیا گیا کہ انہوں فرمایا کی جس نے مجبوری کے عالم میں نہ کھایا اور وہ مر گیا تو وہ جہنم میں
داخل ہوگا۔ آگے علامہ سرخسی نے لکھا ہے وَالْمُرَادُ تَنَاوُلُ الْمَيْتَةِ؛ لِأَنَّ عِنْدَ الضَّرُورَةِ الْحُزْمَةَ تَنْكَشِفُ فَيُلْحَقُ
بِالْمُبَاحِ، وَإِذَا كَانَ الْحُكْمُ فِي الْمَيْتَةِ هَذَا مَعَ حُزْمَتِهَا فِي غَيْرِ حَالَةِ الضَّرُورَةِ فَمَا ظَنُّكَ فِي الطَّعَامِ الْحَلَالِ۔ مراد یہ
ہے کہ ضرورت کے وقت مردار کھالے۔ کیونکہ ضرورت کے وقت حرمت اٹھ جاتی ہے اور اباحت کا حکم لاگو ہو
جاتا۔ تو جب مردار کے حرام ہونے کے باوجود کھانے کا یہ حکم ہے تو حلال کھانے کے بارے کب کچھ اور رائے ہو
سکتی۔ المبسوط، کتاب الکسب، ج 15 (جز 30) ص 298)

²⁹² کھانے میں حاجت سے زیادہ مقدار میں دوسروں کا حق ہوتا ہے تو وہ اسے اپنی لالچ و اشتہا کے باعث
اسے ان تک عوض کے ساتھ یا بغیر عوض کے پہنچنے سے روک دیتا ہے۔ پس وہ اس کو کھا کر دوسرے کے حق
پر اعتداء کرتا ہے اور یہ حرام ہے۔ (المبسوط، کتاب الکسب، ج 15، ص 298)

الْأَكْلِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ مَاتَ لَمْ أَشْهَدْ جَنَازَتَهُ وَلَمْ أَصَلِّ عَلَيْهِ {، وَلَمَّا قِيلَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَلَا تَتَّخِذُ لَكَ جَوَارِشًا؟ قَالَ: وَمَا يَكُونُ الْجَوَارِشُ؟ قِيلَ: هُوَ صِنْفٌ يَهْضِمُ الطَّعَامَ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ أَوْ يَأْكُلُ الْمُسْلِمُ فَوْقَ الشَّيْبَعِ؟²⁹³

تہ 87: كَتَبَ الْحَجَّاجُ إِلَى مَوْلَاهُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يَشْكُو إِلَيْهِ ثَلَاثًا: الْعَجْزُ عَنِ الْأَكْلِ وَعَنِ الْإِسْتِمْتَاعِ وَالْعِي فِي الْكَلَامِ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ اسْتَكَثِرَ مِنَ أَلْوَانِ الطَّعَامِ وَجَدَّذِ السَّرَارِيِّ فِي كُلِّ وَفٍ وَانْظُرْ إِلَى أَخْرِيَاتِ النَّاسِ فِي خُطْبَتِكَ²⁹⁴

²⁹³ نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول ﷺ کی مجلس میں ڈکار مارا تو آپ ﷺ غضب ناک ہوئے اور فرمایا اپنے ڈکار کو ہم سے دور رکھو۔ تجھے نہیں پتا کہ قیامت کے دن سب سے لمبا عذاب جھیلنے والے دنیا کے پیٹ بھرے ہوئے لوگ ہی ہوں گے۔ جب ابن عمرؓ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے مرض کا سبب پوچھا تو کہا گیا ان کا پیٹ پھول گیا ہے، فرمایا وہ کیسے؟ کہا گیا زیادہ کھا لینے کے باعث تو رسول ﷺ نے فرمایا اگر انہیں موت آگئی تو میں نہ اس کے جنازہ پر آؤں گا اور نہ نماز جنازہ پڑھوں گا اور جب عمرؓ سے کہا گیا کہ آپؐ اپنے لیے جوارش نہیں لیتے؟ فرمایا: جوارش کیا ہوتی ہے؟ کہا گیا یہ ایک چیز ہے جو کھانا ہضم کرتی ہے، فرمایا: سبحان اللہ، کیا مسلمان بھوک سے زیادہ بھی کھاتا ہے؟ (ایضاً، ص 208)

²⁹⁴ صحابی نے اپنے آقا عبد الملک بن مروان کو مراسلہ لکھا اور شکایت کی کہ میں کھانے اور ہم بستری کرنے اور کلام (خطاب) بہ قدرت سے عاجز ہوں تو اس نے جواباً لکھا کہ دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانے کثرت سے رکھو ہر وقت کھاؤ۔ نئی نوڈی تبدیل کیا کرو اور خطبہ دیتے وقت لوگوں کے علاوہ چیزوں کو دیکھا کرو۔ (المبسوط، کتاب الکسب، 150) اصل عبارت میں "مولاء" کے الفاظ نہیں ہیں یہ مولانا کا طنزیہ اضافہ ہے (ص 299) (30: 30)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ فِي ضِيَاةٍ فَأَتَيْتُ بِقُضْعَةٍ بَعْدَ قُضْعَةٍ فَقَامَتْ وَجَعَلَتْ تَقُولُ:
 أَلَمْ تَكُنْ الْأُولَى مَأْكُولَةً، وَإِنْ كَانَتْ فَمَا هَذِهِ الثَّانِيَةُ؟ وَفِي الْأُولَى مَا يَكْفِينَا قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مِثْلِ هَذَا²⁹⁵

295 حضرت عائشہؓ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ وہ ایک دعوت میں شریک تھیں تو ایک خوانچے کے بعد دوسرا خوانچہ کھانے کا لایا گیا تو آپؐ اٹھ کھڑی ہوئیں، فرمانے لگیں کیا پہلے والا کھانا نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر دوسرا کیوں اور پہلے میں جو کچھ ہے ہمارے لیے کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے۔
 مولانا نے حجاج والی بات پہلے لکھی ہے اور سیدہ عائشہؓ والی بعد میں مگر اصل کتاب میں سیدہ عائشہؓ والی بات پہلے ہے۔

كتابات

- ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد، المصنف، محقق: محمد عوامه، دار القبلة جده، س-ن
- ابن الجوزي، أبو الفرج عبد الرحمن بن علي، صفة الصفوة، دار الكتب العلمية، بيروت، قاهره، 2007ء
- ابن العربي أبو بكر، محمد بن عبد الله الأندلسي، أحكام القرآن، دار الكتب العلمية بيروت، س-ن
- ابن القيم الجوزي، كتاب الروح، دار الكتب العلمية، بيروت، 1975ء
- ابن المقرئ، أحمد، التلمساني، نفخ الطيب من غصن الأندلس الرطيب، دار صادر بيروت، 1997ء
- ابن جوزي، المنتظم في تاريخ الأمم والملوك، دراسة وتحقيق: محمد عبد القادر عطا، مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1412هـ / 1992ء
- ابن خلكان، أبو العباس أحمد بن محمد، وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، تحقيق: أحسان عباس، دار صادر بيروت، 1900ء
- ابن رشد، أبو الوليد، محمد بن أحمد، القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، مطبع مصطفى البابي الحلبي وأولاده، مصر، 1395هـ / 1975ء
- ابن عربي، محي الدين، الفتوحات المكية، دار إحياء التراث الإسلامي، بيروت، طبع دوم، 1997ء

- ابن عربی، محی الدین، فتوحات مکیہ، مترجم: علامہ صائم چشتی، علی برادران تاجران کتب، فیصل آباد، 1412ھ
- ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوی، السنن دار الفکر، بیروت 1424ھ/2003ء
- ابن نجیم، عبداللہ بن احمد، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، تحقیق: شیخ زکریا عمرات، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1418ھ/1997ء
- ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، تحقیق: ڈاکٹر سید محمد السید، دارالحديث، القاہرہ، 1420ھ/1999ء
- اقبال، علامہ، کلیات اردو، بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1975ء
- اقبال، علامہ، کلیات فارسی، اسرارِ خودی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1975ء
- اقبال، علامہ، کلیات فارسی، پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، 1975ء
- امام نوویؒ، شرح مسلم، المطبع المصریۃ بالازھر، مصر، طبع اول، 1374ھ/1929ء
- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم، 1423ھ/2002ء
- البغوی، الحسین بن مسعود، شرح السنۃ تحقیق: علی محمد معوض وعادل احمد عبدالموجود، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول 1412ھ
- البیہقی، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، شعب الایمان، تحقیق و تخریج: دکتور عبدالعلی عبد الحمید حامد، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض، طبع اول 1423ھ/2003ء

- البیهقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، شعب الایمان، مجلس دائرة المعارف حیدر آباد دکن، طبع اول، 1344ھ۔
- الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، محقق: احمد بن شاکر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن
- الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، تحقیق: محمد بن محمود حسن نضار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ/2000ء
- ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزٹئیر سندھ، مترجم: پروفیسر ایم انور رومان، العصر پبلیکیشنز، لاہور، اپریل 2008
- الجزیری، عبدالرحمان، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2003ء
- حافظ شیرازی، دیوان حافظ، مترجم: قاضی سجاد حسین، پروگریسو بکس، لاہور، س۔ن
- ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ، سندھ کے آثارِ قدیمہ، علم و عرفان پبلشرز، الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور، 2011ء
- الذہبی، شمس الدین، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان، العبر فی خبر من غبر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1405ھ / 1985ء
- رومی، جلال الدین، مثنوی، مترجم: قاضی سجاد حسین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1978ء
- السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمان، الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، تحقیق: عبداللطیف حسن عبدالرحمن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1424ھ / 2003ء

- السرخسی، شمس الدین، المبسوط، تحقیق: محمد حسن محمد حسن عبدالعظیم الشافعی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1421ھ/2001ء
- السلمی، ابو عبد الرحمن محمد بن الحسن، طبقات الصوفیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998ء
- سمیرا سرین، اشاریہ کلیات اقبال شعر اقبال، دار الفکر لاہور، 2006
- سہارنپوری، خلیل احمد، بذل المجہود فی حل ابی داؤد، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1973ء
- السہیلی، عبد الرحمان، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویہ لابن ہشام، تعلیق و تقدیم: عمر عبد السلام السلاوی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، 1421ھ/2000ء
- سید حسام الدین راشدی، مکلی نامہ، سندی ادبی بورڈ، حیدر آباد سند، پاکستان، 1967ء
- السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س-ن
- شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، مترجم: پیر سید محمد فاروق، رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور، 1428ھ/2007ء
- الشعرانی، عبد الوہاب بن احمد بن علی، الطبقات الکبریٰ المسمیٰ بہ لوائح الانوار فی طبقات الاخیار تحقیق: خلیل المنصور، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1997ء
- صابر کلوروی، ڈاکٹر، کلیات باقیات شعر اقبال، اقبال اکیڈمی، لاہور، 2004ء
- الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، تحقیق: حمیدی بن عبد المجید السلفی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1983ء
- عبد الرشید فاضل، اسرار خودی (منظوم)، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1976ء

- العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار الجلیل، بیروت، 1992ء
- غالب، اسد اللہ خان، دیوان غالب، تصحیح متن و ترتیب: حامد علی خان الفیصل ناشران کتب لاہور، 2003ء
- الغزالی، ابو حامد، احیاء العلوم الدین، دار المعرفہ، بیروت، س۔ن
- کامران اعظم سوہدروی، تاریخ سندھ، city book printer، کراچی، 2012ء
- کلیات اقبال اردو (بال جبریل)، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1990ء
- کوکب شادمانی، رموز بے خودی (منظوم)، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1975ء
- گیلانی، مناظر احسن، مجموعہ خطوط گیلانی، مرتب و محقق: محمد راشد شیخ، مکتبہ عمر فاروق، کراچی، طبع اول، س۔ن
- گیلانی، مناظر احسن، دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال (تذکیر بسورۃ الکھف)، مکتبہ خلیل، لاہور، 2004ء
- گیلانی، مناظر احسن، مقالات گیلانی، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور، 2004ء
- مالک بن انس، ابو عبد اللہ، الموطا (روایۃ یحییٰ اللیثی)، تحقیق: فواد عبد الباقی دار احیاء التراث العربی، مصر، س۔ن
- المراثی، عبد الواحد، المعجب فی تلخیص اخبار المغرب، الدار البیضاء، بیروت، 1978ء

- النسائی، احمد بن شعيب، السنن، تحقيق: شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم، مؤسسة الرسالة، بيروت، 1421هـ/2000ء
- النووى، شرف الدين، الاذكار من كلام سيد الابرار المسمى حلية الابرار وشعار الاخيار في تلخيص الدعوات والاذكار المسحبة في الليل والنهار، دار المنهاج، بيروت، طبع اول، 2005ء

مخطوطہ کے پہلے پانچ اور آخری پانچ صفحات کی عکسی نقول

کتاب

تاریخ ہندوستان

پروفیسر

Khuda Bakhsh Library

Acc. No.....4659

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

مقدمہ
مقدمہ
مقدمہ

آخر من عفا عن خمسة عشر من افعاله

و من عفا
عن عفا

و ما من احد الا عفا عن

(۱) حضرت ابو هريره عن النبي صلى الله عليه وسلم انه عفا عن

سبعين ذنبا من ذنوبه يومئذ عفا عن كل ذنبا عفا

سواء

(۲) حديث ابو امامه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه عفا عن

سبعين ذنبا من ذنوبه يومئذ عفا عن كل ذنبا عفا

طیارہ ایئر لائنز، بہاولپور، ۲۰ اگست ۱۹۴۸ء

دار الحکومت کو مقارنہ فاکس کے پاکستان کے دار الحکومت

سٹی کراچی کے دیکھنے اور اس تعلیمی شہر میں تمام کاموں سرکار

میں بہترین ملک کے ادارہ زبان عامی فخریہ کی سرانجامی تھی

ان کی سرکار کو کئی مہینوں میں تمام کاموں فاکس کے سرکار

کے ساتھ قرار دے۔ کاموں کے لئے لگے تھے، وہ رخصت ہو رہے

دار الحکومت میں ایک عطا فرمائے۔ لیکن عطا کام کے کراچی کے

سٹی کے لئے تھے تاثرات خصوصاً کو دیکھ کر لگے تھے۔

دار الحکومت میں کئی مہینوں کا عطا ایک لمحہ کے محسوس نہ ہو سکتا ہے

میں ملے دار الحکومت، خود فاکس کے گارڈن کے لئے عطا

رہے رخصت ہو رہے ہیں اسی لئے ایک مکان میں عطا

پر ہوا ہے اور اپنے اصل رہائش کے ساتھ عطا کے گورنر

کے لئے دار الحکومت میں مستقل تمام کر چکے۔ میں ان کے مکان

گئے تھے۔ انہیں زبردستی سے ان کے سرکاری کنبہ کے سرکار

بہاولپور میں مکان خود ملک متوطن ہو چکے ہیں اور

انہیں وطن کی زیادہ سیر ہوئی، مسان اردو اس سڑک

انہیں اس کے ہندوں کا لاش مرزا نے ہی ان کے لئے

وہی اللہ جل جلالہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اللہ جل جلالہ کے ہاتھ میں ہے

میں نے یہ دیکھا کہ وہ فرار سے دل ہائی میں رہا ہے

کہاں سے ملے گی کہ کس فاکٹور نے کھلے ہستی کی۔ اس وقت

میں لوگوں سے ملاقات کر رہی تھی وہی ہے مگر وہ

میں کرانچ کی بات اس وقت گری کے مینے میں بڑی رہی تھی

میں نے اس کے لئے جو لوگوں کی صحبت میں رہی تھی

میں نے اس کے لئے جو لوگوں کی صحبت میں رہی تھی

میں نے اس کے لئے جو لوگوں کی صحبت میں رہی تھی

میں نے اس کے لئے جو لوگوں کی صحبت میں رہی تھی

میں نے اس کے لئے جو لوگوں کی صحبت میں رہی تھی

میں نے اس کے لئے جو لوگوں کی صحبت میں رہی تھی

میں نے اس کے لئے جو لوگوں کی صحبت میں رہی تھی

بسم الله الرحمن الرحيم

المصاحف بعد الصبح والعصر

فمما عمل عند الصبح والعصر (عز بن عبد السلام) انما من بعد الصبح

القول عليه السلام ١٩٦
٢٧

بر دلان در جهان هم از بیم جان

حلا کرده سوی صف دکنان

از تنه ترا سر زخم در پیش من نه
هم ز ترس آن بد دل در خوش

چون محک آمد ملازم جان
زان بد بدیدد سماع از سر جهان

حاصل آن در سوره برگزین

از تفنن هم در تفنن ماند بخت
منوی شریف ٣٩٩

بسم الله الرحمن الرحيم

سنة تسع المرات

فان من كان قد قرأ من نفس قطي اس باب من باب سن عا

الا ان ندخلها تحت انه انما ينسب الى انما عزاء الزن

بما روى الله ورواه في الاربعة

وذكر الخشي انهم يفهم بقول الله فكم تسع المرات ففهم

من قوله تعالى فاقبلوه من الله

وهي حديث من بدل دينة فاقبلوه اس من

من كل عوصب ما في من ربي فانه اجنوبة قد

اخرج من ارباب واداءات والمراحم العقل والكران

وذكر ان ريدان الكفر بالمال اى ككفر الذي لعبد من

عامة اعمى وحق قول واحد من انك لا تقبل كل

الودع انظر بدنية الله المحبذ ج ٢

وَقُلْ رَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّنْ أَثَرِ الْمَوْتِ ۚ

والله اعلم

مداومت کو سید کہنے کی وجہ غباری سے

انہی میں ارہمہم علی المنیر الحسن الی حبیبہ بنظر الی انہا من رتقہ واللہ

موتہ وبقول انہی ہذا سیدہ ۳۵ ج ۱

سیدہ خدیجہ بنت جحش

جائے گھر سے چھین

ایسا خود سے

سکے ہر گھر کو دھونے کو سیدہ خدیجہ

کیا سیدہ ہے انہا کو بار کیا بناؤں

سے سے کوڑھونڈھوں کوئے ہر کو ہاؤں

انہا کو خیر عطا آتی + ناخدا حلی فانی دھون

دکدا اطمع فایا تمہنی + فاذا فات فانی دھون

دلا منی لکری لکری لکری

الی من لکری لکری لکری

بسم الله الرحمن الرحيم

نکته: این کتاب در کتابخانه شخصی نویسنده موجود است.

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱) کلینیک میں اس وقت تک کے مریضوں کی فہرست

کحل شی اذا ما رقت عرقا + واسین علیہ ان ن رقت من عرق

وَمِنْ عَجَبِ إِلَى حَقِّ وَيَسْمُ | وَعَلَى الرُّخَى سِرِّ مَالِ

وہاں شوقاً غنیمت و نعم مسخری

وہاں سے لوگوں کو ہم سے ملنے کی

وَبَلَدِهِمْ عَيْنٌ وَهُمْ فِي سَوَادِهَا

صلی نقول ان میں ہی غیبت کا

وَشَاوَاهُم لِقَاسِي وَهَمَّ بِي ۱

رسول خدا صلی علیہ وسلم

حکومت ہند، نئی دہلی

خواه دنیا من خواه شرقی : و خواه غربی

کتابخانه و موزه ملی ایران

۱۰۰۰

در کمال سرور و رحمت الهی، احسن کا حلوہ

کتابم قلمم این طلبه + بااری حسینی له و طاب

در حدیثی است که فرموده اند که هر کس در شبی از

[illegible][illegible]

٥
 فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ إِنَّمَا نَزَّلْنَا بِاللَّيْلِ مَاءً زَكِيًّا
 فَتَنَّا بِهِ الْقَبِيلَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ فَمِنْهُمْ
 مَنْ يَكْفُرُ بِهِ كَمَا يَكْفُرُ الْبَشَرُ الْأُولَىٰ
 فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ إِنَّمَا نَزَّلْنَا بِهِ الْكُرْآنَ
 نَحْنُ الْغَالِبُونَ

❖ دارالمؤلفین ٹیگرا م چینل ❖

دارالمؤلفین - اردو، فارسی، عربی اور انگریزی - کتب کا ایک بڑا اور نہایت کارآمد ٹیگرا م چینل ہے۔ جس میں آپ کو سات ہزار سے زائد کتابوں کا عظیم ترین ذخیرہ، ہر موضوع پر الگ الگ فہرستیں، نیز مشہور مصنفین کی الگ الگ فہرستیں آپ کو ملیں گی۔ جیسے:

- | | | | |
|---------------------------|--------------------|-----------------|----------------|
| ① عقائد و علم کلام | ② تفسیر | ③ علوم القرآن | ④ احادیث |
| ⑤ علوم الحدیث | ⑥ شروحات حدیث | ⑦ فقہ | ⑧ اصول فقہ |
| ⑨ احکام و مسائل | ⑩ بلاغت | ⑪ منطق و فلسفہ | ⑫ نحو و صرف |
| ⑬ ادب؛ عربی، فارسی، اردو | ⑭ سیرت رسول اکرم ﷺ | ⑮ سیرت صحابہ | ⑯ سیرت اکابر |
| ⑰ تازہ ترین رسائل و جرائد | ⑱ درس نظامی (مکمل) | ⑲ درود و دعائیں | ⑳ رد فرق باطلہ |

☆ Join & Share ☆

<https://telegram.me/darulmuallifeen>

❖ فہرست کتب ٹیگرا م چینل ❖

دارالمؤلفین ٹیگرا م چینل میں اپلوڈ کی گئی؛ ایک سے زائد جلدوں والی کتب کی فہرست، مشہور شخصیات کی کتب کی فہرست اور درس نظامی کی (درجہ تادورہ حدیث و تکمیلات) کتب کی فہرست نیز فن اور موضوع کے اعتبار سے الگ الگ فہرست تیار کی گئی ہیں۔

☆ Join & Share ☆

<http://telegram.me/darulmuallifeenfehist>

❖ رہنمائے خطباء ٹیگرا م چینل ❖

خطباء عظام کے لیے حالات حاضرہ کے مطابق خطبات و بیانات، مقالات مضامین اور ماہنامے سے مختلف عنوانات پر قیمتی مواد ڈاؤن لوڈ لنکس سمیت فہرست یا پی، ڈی، ایف کی شکل میں ارسال کی جاتی ہے۔

☆ Join & Share ☆

https://telegram.me/rahnuma_e_khutaba

دارالمؤلفین ٹیگرا م چینل